اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 316
Regd. # MC-1177

وَسِیلَۃُ الغَرِیبِ إِلٰی جَنَابِ الحَبِیبِ

اہلبیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مُصنّف

شیخ الاسلام حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی قادری
(متوفی: ۱۱۷۴ھ)

مترجم

حضرت علامہ سراج احمد سعیدی

تحقیق و تخریج

مولانا ابو الحسن راشد علی عطاری مدنی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

وَسِیْلَۃُ الْغَرِیْبِ إِلٰی جَنَابِ الْحَبِیْبِ

اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مُصنِّف

شیخ الاسلام حضرت علّامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی قادری

(متوفی: ۱۱۷۴ھ)

مترجم

حضرت علامہ سراج احمد سعیدی

تحقیق وتخریج

مولانا ابوالحسن راشد علی عطاری مدنی

ناشر

جمعیت اشاعتِ اہلسنت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

نام کتاب	:	**وسیلۃ الغریب الی جناب الحبیب**
		اہل بیت رسول اللہ ﷺ
تالیف	:	علاّمہ مخدوم سیّد محمد ہاشم ٹھٹھوی
مترجم	:	حضرت علاّمہ سراج احمد سعیدی
تحقیق وتخریج	:	مولانا ابوالحسن راشد علی عطاری مدنی
نظرِ ثانی	:	صاحبزادہ مولانا سیّد محمد عماد الدین قادری ترمذی
تعدادِ اشاعت	:	۴۵۰۰
اشاعت نمبر	:	۳۱۶
اشاعتِ اوّل	:	صفر المظفر ۱۴۴۲ھ، اکتوبر ۲۰۲۰ء
ناشر	:	**جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)**
		نور مسجد، کاغذی بازار میٹھادر، کراچی
خوشخبری	:	یہ کتاب اس ویب سائٹ پر بھی موجود ہے

www.ishaateislam.net

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	پیش لفظ	۸
۲	حرف اوّل	۱۰
۳	تعارف شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۱
۴	مقدمہ	۱۴
۵	پہلا باب: اہلِ بیت کرام کی فضیلت میں وارد آیات	۱۹
۶	نجران کے عیسائیوں پر اہلِ بیت کی ہیبت	۱۹
۷	احادیثِ مناقب سے مستفاد ۱۱ فوائد	۲۴
۸	باب دوم: فضائل اہلِ بیت میں چالیس احادیث	۲۷
۹	اللہ کی کتاب اور اہلِ بیت	۲۸
۱۰	اہلِ بیت سے سبقت نہ کرو	۲۸
۱۱	حُرمتیں تین ہیں: حُرمت اسلام، میری حُرمت اور میری قرابت کی حُرمت	۲۹
۱۲	اہلِ بیت کو ایذا نہ دیں	۲۹
۱۳	نجات کا عہد	۳۰
۱۴	بہشت کے درخت کے مشابہ	۳۰
۱۵	حکمت کیا ہے	۳۱
۱۶	سب سے پہلے اہلِ بیت کی شفاعت	۳۱

۱۷	میری وجہ سے میرے اہلبیت سے محبت رکھو	۳۲
۱۸	اہلِ بیت امت کے لئے امان ہیں	۳۳
۱۹	اہلِ بیت کو عذاب نہ ہو گا	۳۴
۲۰	پل صراط پر ثابت تر کون ہو گا	۳۶
۲۱	دعا کب تک محجوب رہتی ہے	۳۶
۲۲	محبین اہلِ بیت حوض پر آئیں گے	۳۶
۲۳	اہلِ بیت سے بغض بد بخت منافق رکھے گا	۳۹
۲۴	اہلِ بیت پر ظلم کرنے والا ملعون ہے	۳۹
۲۵	امام شافعی کے اشعار	۴۰
۲۶	محبتِ اہلِ بیت شفاعت کا ذریعہ	۴۱
۲۷	باب سوم: اہل بیت کے معین اشخاص کے فضائل پر مبنی احادیث	۴۱
۲۸	مولا علی کی فضیلت	۴۱
۲۹	فاتح خیبر کی خبر	۴۲
۳۰	جس کا میں مولا، اس کا علی مولا	۴۳
۳۱	دنیا اور آخرت میں بھائی	۴۴
۳۲	حضرت علی کو صرف مؤمن ہی دوست رکھے گا	۴۴
۳۳	نفاق کی علامت بغض علی	۴۴
۳۴	علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے	۴۵
۳۵	علی کو ایذا مجھے ایذا ہے	۴۵
۳۶	قرآن علی کے ساتھ	۴۶

۳۷	بہشت ان تین کی مشتاق: علی المرتضیٰ، عمار بن یاسر اور سلمان فارسی	۴۷
۳۸	علی ہر مومن کا دوست	۴۷
۳۹	علی کی نافرمانی، اللہ کی نافرمانی	۴۹
۴۰	باب چہارم: پنج تن پاک کے بعض فضائل اور احوال وصفات	۴۹
۴۱	حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے حالات	۴۹
۴۲	شانِ مرتضوی میں اقوال صحابہ	۵۲
۴۳	مولا علی کی کرامات	۵۳
۴۴	مولا علی اور مسائل علمیہ	۵۴
۴۵	حالاتِ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۵
۴۶	حالات حضرت حسن رضی اللہ عنہ	۵۸
۴۷	حالات امام حسین رضی اللہ عنہ	۶۲
۴۸	فضیلت حضرت فاطمہ زہرا میں احادیث	۶۴
۴۹	مؤمن عورتوں کی سردار	۶۴
۵۰	فاطمہ کی اولاد کو جہنم پر حرام	۶۴
۵۱	بیٹی کا استقبال	۶۶
۵۲	اَولیّت دخول جنت سے مراد	۶۷
۵۳	فضائل حسنین کریمین من احادیث سید الثقلین	۶۹
۵۴	امام حسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے	۷۰
۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو پھول	۷۱
۵۶	بہشتی نوجوانوں کے سردار	۷۱

۵۷	حسن کا دوست، اللہ کا دوست	۷٦
۵۸	باب پنجم: پنج تن پاک کا مختصر تذکرہ حیات	۸۰
۵۹	ذکر علی رضی اللہ عنہ مع ازواج واولاد	۸۰
٦۰	ذکر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ولادت تا وصال	۸۵
٦۱	ذکر امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا ذکر	۸٦
٦۲	فرزندان امام حسن رضی اللہ عنہ	۸۷
٦۳	باب ششم: فاطمۃ الزہرا کے بہن بھائیوں کا بیان	۸۸
٦۴	سلطان دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے شہزادگان	۸۸
٦۵	رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادیاں	۸۹
٦٦	شہزادوں کی کچھ تفصیل	۹۱
٦۷	حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	۹۱
٦۸	حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۹۲
٦۹	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ	۹۳
۷۰	فضائل ومناقب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ	۹۵
۷۱	شہزادیوں کی بابت کچھ تفصیل	۹٦
۷۲	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹٦
۷۳	احوال سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۹
۷۴	احوال سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۱۰۰
۷۵	دختران امام حسن رضی اللہ عنہ	۱۰۲
۷٦	امام حسین کا ذکر رضی اللہ عنہ	۱۰۴

۷۷	اولاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰۴
۷۸	ماخذ و مراجع	۱۰۶

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں، پس تم ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔

اور دوسری حدیث میں ہے: تم میں میرے اہل بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگیا نجات پاگیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہوگیا۔(مشکوٰۃ المصابیح)

کیسی نفیس تشبیہ ہے حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہدایت کے تارے فرمایا اور دوسری حدیث میں اپنے اہلِ بیت کو کشتیٔ نوح فرمایا۔ سمندر کے مسافر کشتی کے محتاج ہیں اور صحابہ کبار کے بھی حاجت مند، اُمت کے لئے صحابہ کی اقتداء میں ہی اہتداء یعنی ہدایت ہے۔(مراۃ المناجیح)

اور بحمدہٖ تعالیٰ ہم اہل سنن وجماعت نہ صرف اصحابِ نبی کریم ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں، بلکہ محبتِ اہل بیت کی کشتی میں بھی سوار ہیں اور یوں ہم دونوں ہی سے وابستہ ہیں۔ ان شاء اللہ ہمارا بیڑا پار ہے۔ ہمیں چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کے جمیع اصحاب اور اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سے عقیدت ومحبت قائم رکھیں، ان کی عظمت وشان کے ترانے گنگناتے رہیں، ان کی بے ادبی سے بچتے رہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے رہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ”وسیلۃ الغریب إلی جناب الحبیب“ اہلِ بیت کے فضائل ومناقب پر ہی ہے جسے شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ نے تصنیف فرمایا ہے۔ یہ رسالہ اوّلاً تو فارسی میں تھا اس کے چند ایک افراد نے اردو زبان میں ترجمے کیے ہیں اور ہمارے ہاتھوں میں موجود ترجمہ مولانا سراج احمد سعیدی صاحب زید علمہ کی کاوش ہے۔ ان

کا یہ کام اور عمل محنت طلب ہے جبکہ مولانا ابو الحسن راشد علی عطاری مدنی سلمہ الباری نے اس رسالے پر بڑی محنت سے تحقیق و تخریج فرمائی ہے اور یہ ترجمہ اور تخریج ہنوز شائع نہیں ہوا۔

اور اب ادارہ مولانا ابو الحسن راشد علی عطاری کی درخواست پر اسے اپنے سلسلہ اشاعت کے ۳۱۶ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے۔ اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کے صدقے مؤلف علیہ الرحمہ کی قبر پر بے شمار رحمتیں نازل کرے اور مترجم اور محقّق کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اہلِ بیت کے طفیل مجھ گنہگار اور جملہ اراکینِ جمعیت کو دونوں جہاں میں بھلائیاں عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم الحدیث الإفتاء بجامعۃ النور

جمعیۃ اشاعۃ اھل السنۃ (باکستان)

حرف اوّل

شیخ الاسلام حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب ”وسیلۃ الغریب الیٰ جناب الحبیب“ سے پہلی بار ۲۰۱۴ء میں تعارف ہوا، انٹرنیٹ پر ایک کتاب کی تلاش کے دوران اس کا اردو ترجمہ دیکھنے کو ملا، ڈاؤنلوڈ کر کے مطالعہ کیا تو اس کی تخریج اور بعض مقامات پر املاء کی تصحیح کا ذہن بنا، چنانچہ ایک دوست مولانا محمد ارسلان بیگ عطاری مدنی سے کمپوزنگ کی گزارش کی جسے انہوں نے بخوشی قبول فرمایا اور چند ہی دنوں میں آدھے سے زیادہ صفحات کمپوز کر کے دے دیئے، بہر کیف فقیر قادری نے اس کتاب کی تخریج و حواشی کا کام شروع کر دیا، یوں تو ہلکا پھلکا کام چند دن جاری رہا البتہ تقریباً ۹۰ فیصد کام ۸، ۹، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ بمطابق 9,10,11 اکتوبر 2016 تین دن میں کیا، الحمد للہ علی ذلک

ابھی کتاب مراحل اشاعت میں داخل نہ ہوئی تھی کہ 23 نومبر 2016 کو مسجد سے لیپ ٹاپ چوری ہو گیا جس میں دیگر درجن کے قریب مکمل و نامکمل تخریج و تحقیق کے کاموں کے ساتھ ساتھ ”وسیلۃ الغریب الیٰ جناب الحبیب“ بھی جاتی رہی، لیکن میری خوش قسمتی تھی کہ اس کی ایک نامکمل فائل ٹیلی گرام اکاؤنٹ کے ذریعے ایک دوست کو بھیجی تھی وہ مل گئی، یوں پھر ہمت کر کے الحمد للہ اس پر دوبارہ کام کیا اور اپنی حیثیت کے مطابق کام کی کوشش کی ہے۔

ابتداء کمپوزنگ اور تخریج اردو ترجمہ سے کی گئی تھی، جس میں اصل مصادر اور اردو نسخے میں کئی مقامات پر فرق نظر آیا، بعدہ حضرت علامہ مفتی عبد اللہ فہیمی سندھی صاحب نے اس کا اصل فارسی نسخہ عطا فرمایا (اللہ کریم انہیں سدا سلامت با کرامت رکھے)، جس کا اردو نسخے کے ساتھ حضرت مولانا سراج احمد سعیدی صاحب دام ظلہ نے تقابل فرمایا اور تصیحات کروائیں، یوں قبلہ سراج احمد سعیدی صاحب نے اس کا ترجمہ مکمل کروایا، ان چند مراحل سے گزرنے کے بعد مخدوم ہاشم ٹھٹوی علیہ الرحمۃ کا یہ مختصر مگر علمی و تحقیقی شاہکار آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ کریم تعاون کرنے والے تمام محسنین کو درازیٔ عمر بالخیر عطا فرمائے۔ اٰمین

ابو الحسن محمد راشد علی عطاری مدنی

۲۹ ذو الحجۃ الحرام ۱۴۴۰ھ

ہفتہ، ۳۱ اگست ۲۰۱۹ء

شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی

از پیر طریقت، فقیہ العصر استاذ العلماء شیخ الحدیث **مفتی محمد احمد نعیمی** مدظلہ العالی

نام ونسب: محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن بن عبد اللطیف بن عبد الرحمن بن خیر الدین سندھی ٹھٹوی حنفی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش: آپ کی پیدائش جمعرات ١٥ ربیع الاوّل ١١٠٤ھ بمطابق ١٩ نومبر ١٦٩٢ء کو سندھ کے قدیم شہر ٹھٹہ کے قریب ایک علاقے ''بٹھورو'' کے مقام پر ہوئی اور ''بٹھورو'' اس وقت ضلع سجاول کی ایک تحصیل ہے۔

تعلیم: آپ نے اپنی تعلیم کی ابتداء اپنے گھر سے ہی کی۔ آپ کے والد عبد الغفور ایک علومِ اسلامی کے ماہر عالم تھے اور آپ نے اپنے والد گرامی کے پاس قرآنِ کریم حفظ کیا اور فارسی، عربی اور فقہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر مزید علم کے حصول کے لئے علم وفن کے مرکز ٹھٹہ تشریف لے گئے جہاں جلیل القدر علما سے تعلیم حاصل کی اور آپ کے مشائخ اور اساتذہ کے اسماء درجِ ذیل ہیں:

علّامہ عبد الغفور السندھی متوفی ١١١٣ھ، مخدوم محمد سعید، مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی متوفی ١١٧١ھ، شیخ عبد القادر بن ابو بکر صدیقی مکی متوفی ١١٣٨ھ، شیخ عید بن علی نمری مصری شافعی متوفی ١١٦٥ھ، شیخ محمد بن ابراہیم کردی کورانی مدنی متوفی ١١٤٥ھ۔

بیعت: آپ تزکیہ نفس اور اصلاحِ باطن کے لئے سلسلۂ قادریہ کی معروف شخصیت سیّد سعد اللہ سورتی متوفی ١١٣٨ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریباً ایک سال ١١٣٦ھ سے ١١٣٧ھ تک ان کی خدمت میں رہ کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

شاگرد: آپ نے تعلیم و تدریس کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور آپ کے شاگردوں میں جلیل القدر علما بھی شامل ہیں جن میں سے کچھ یہ ہے:

شیخ شاہ میر ٹیاروی سندھی متوفی ۱۱۷۷ھ، شیخ ابوالجمال محمد صالح جیلانی متوفی ۱۱۸۲ھ، مخدوم عبدالرحمن بن محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی ۱۱۸۱ھ، مخدوم عبداللطیف بن محمد ہاشم ٹھٹوی ۱۱۸۹ھ، شیخ عبدالحفیظ بن درویش عجیمی مکی متوفی ۱۲۴۵ھ، شیخ الاسلام محمد مراد انصاری مدنی متوفی ۱۱۹۷ھ، شیخ مُحدّث ابوالحسن صغیر سندھی متوفی ۱۱۸۷ھ، شیخ فقیر اللہ علوی افغانی شکارپوری متوفی ۱۱۹۵ھ، مخدوم میڈ نونصرپوری سندھی متوفی ۱۱۸۱ھ۔

معاصر علماء: آپ کے معاصر علماء میں سے مشہور علما یہ ہیں:

ابوالحسن بن بادل ڈاہری سندھی متوفی ۱۱۸۱ھ، ابوالحسن بن عبدالعزیز ٹھٹوی متوفی ۱۱۲۵ھ، مُحشّی صحاح ستّہ محدّث ابوالحسن کبیر سندھی متوفی ۱۱۴۵ھ، مخدوم عبدالرحیم شہید گروھڑوی متوفی ۱۱۹۲ھ، مخدوم عبدالرؤف سندھی متوفی ۱۱۶۰ھ، شاہ عبداللطیف بھٹائی متوفی ۱۱۶۵ھ، مخدوم عبداللہ واعظ ٹھٹوی متوفی ۱۱۶۷ھ، مخدوم عبدالواحد سیوستانی حنفی متوفی ۱۱۲۴ھ، شیخ ادیب محمد ابراہیم سندھی متوفی ۱۱۰۲ھ، مخدوم محمد اسماعیل پریالوی متوفی ۱۱۷۴ھ، مخدوم محمد بقاشاہ شہید حسینی متوفی ۱۱۹۷ھ، شیخ محمد حیات عادل پوری مدنی متوفی ۱۱۶۳ھ، شیخ محمد زمان لواری نقشبندی متوفی ۱۱۸۸ھ۔

تصنیف و تالیف: آپ نے فروغِ اسلام کے لئے بہت سی جہات پر کام کیا جن میں تدریس اور تصنیف و تالیف سرفہرست ہے۔ آپ نے اُصولِ دین، تفسیر، حدیث، تجوید، فقہ، سیرت اور تاریخ میں گراں قدر تصانیف و تالیفات اُمت کو دیں جن میں سے ک چھ کا صرف نام ہی باقی ہے اور جو موجود ہیں ان میں سے بھی کچھ ابھی تک مخطوط ہیں اور کچھ شائع ہوئی ہیں

اور آپ کی تصنیفات کچھ عربی زبان میں ہیں اور کچھ فارسی زبان میں اور کچھ سندھی زبان میں ہیں۔ جن سے آج بھی دنیا کے علم وفن سے وابسطہ افراد اپنی تحقیقات میں استفادہ کرتے ہیں اور آپ کی ذات اور آپ کی تصنیفات پر متعدد افراد مقالے لکھ کر ڈاکٹریت کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں جیسے ڈاکٹر عبدالرسول صاحب نے آپ کی ذات پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹریت کی ڈگری حاصل کی ہے۔

وفات: شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زندگی فروغِ اسلام اور ترویج علوم اسلامیہ میں صَرف کرتے ہوئے بالآخر ٦ رجب المرجب ١١٧٤ھ بمطابق ١٧٦١ء کو سفر آخرت میں جانب گامزن ہوئے۔ آپ نے ٹھٹہ میں وصال فرمایا اور مشہور قبرستان مکلی میں عارف باللہ ابو القاسم نقشبندی ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب دفن ہوئے اور آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

مقدمہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہٖ ومن نحا نحوہ

تمام تعریفیں ایک اللہ کے لئے اور درود و سلام ہوں ان نبی علیہ السلام پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں اور ان کی آل اور اصحاب اور ان کی راہ پر چلنے والوں پر،

حمد وثنا کے بعد فقیر حقیر، کثیر التقصیر امیدوارِ رحمتِ ملک غنی محمد ہاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمٰن سندھی ٹھٹوی (کان اللّٰہُ تعالیٰ لہ وبہ و معہ فی کُلِّ وَقتٍ وحِیْنٍ اٰمین) کہتا ہے کہ جب میں صحابہ کرام یعنی خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالی عنھم کے فضائل و مناقب اور ان کی افضلیت بترتیب کی تحقیق کے بیان میں تین رسائل کبیر، اوسط و اور اصغر لکھنے سے فارغ ہوا تو دل میں خیال آیا کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب پر بھی ایک رسالہ جمع کردوں تو میں نے متعدد کتابوں سے ایجاز[1] اور اختصار کے طور پر اہلِ بیت کرام کے عُشّاق کو شوق دلانے اور حضرت سیّد الانام علیہ افضل الصلوات و اشرف السلام کی رضا مندی کی خاطر، کچھ فضائل اور حالات جمع کیے، کیونکہ آل اور اصحابِ پیغمبرِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و رضی اللہ تعالی عنھم میں سے ہر ایک ہمارے لئے بمنزلہ مَرْدُمَكِ چشم[2] اور آنکھوں کا نور ہے، کیونکہ پیغمبرِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اہلِ بیت کو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی سے تشبیہ دی ہے، کہ جو کوئی اس میں سوار ہوگا، وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا[3] اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ "میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔"

ان دو حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح سمندری سیاحت کرنے والوں کے لئے دو چیزوں کی

---

(۱)۔۔۔۔چھوٹا کرنا، مختصر کرنا

(۲)۔۔۔۔آنکھ کی پتلی

(۳)۔۔۔۔اس حدیث کی تخریج، کتاب میں کر دی گئی ہے۔

مراعت ضروری ہے: (۱)ایک کشتی کی کہ اس کے ذریعے غرق ہونے سے بچایا جائے اور (۲)دوم ستارے کی، کہ اس کی طرف نظر کرنے سے منزلِ مقصود تک پہنچ جائے اور غیر مقصود (یعنی راستہ بھٹکنے سے محفوظ رہے)جو گمراہ ہونے سے عبارت ہے، امن میں رہے۔ اسی طرح آخرت کی طرف سفر کرنے والوں کے لئے بھی رسولِ خدا ﷺ کے آل اور اصحاب کی مراعت ضروری ہے، تاکہ ہلاکت سے بچ جائے، مقصود کو پائے اور گمراہی سے امن میں رہے، جبکہ اصحابِ کرام کے فضائل اور مناقب کے دلائل بے شمار ہیں اور اس رسالے کے سوا دوسرے رسالہ میں بیان ہوئے۔ اس لئے اس مختصر رسالہ میں بے شمار دلائل، فضائل ومناقب اہلِ بیت کرام میں سے کچھ اختصار کے طور پر بیان کئے ہیں۔ یہ مختصر رسالہ شب جمعہ تاریخ انیتس ماہ شعبان مکرم ۱۱۶۴ھ میں شروع ہوا اور رسالہ کا نام وَسِيْلَةُ الْغَرِيْب إِلٰى جَنَابِ الْحَبِيْب رکھا گیا اور اس کو چھ ابواب پر ترتیب دیا گیا۔[4]

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى حمد وثنا کے بعد فقیر حقیر امیدوارِ رحمتِ رب قدیر محمد ہاشم بن عبدالغفور سندھی(اصلح الله تعالى حاله واحسن قاله)کہتا ہے کہ مجھے سننے میں آیا ہے کہ اہل سنت میں سے بعض متعصب لوگوں (اللہ عزّوجلّ ان سے درگزر کرے)نے کہا ہے کہ" اگر کوئی "پنجتن پاک" لفظ کا اطلاق پانچ نفوسِ کریمہ معروفہ (یعنی حضور سرورِ کائنات ﷺ، مولا علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رَضِیَاللهُ تَعَالٰی عَنْها، امام حسن و حسین رَضِیَاللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا) پر کرے گا، تو وہ رافضی ہو گا اور اگر کوئی دوازدہ (۱۲) امام کا اطلاق بارہ نفوس پر کرے گا تو وہ کافر ہو گا۔"(والعیاذ باللہ) میں نے کہا زُمرہ اہلِ اسلام اور جماعت خُدامِ جناب حضرت سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ پر مخفی اور محتجب (چھپا ہوا) نہ رہے کہ یہ جو مشہور چلا آرہا ہے کہ لوگ پنجتن پاک کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس سے مراد جناب سید الاولین و الآخرین ﷺ، حضرت علی المرتضیٰ، حسنین کریمین اور

(٤)۔۔۔راقم الحروف کے پاس "وسیلۃ الغریب" کا جو اصل فارسی نسخہ ہے اس میں مقدمہ اور وجہ تالیف یہی بیان کی گئی ہے، جو اوپر متن میں ذکر ہوئی، جبکہ اس کتاب کے دیگر دو تراجم میں وجہ تالیف مختلف ہے، جو کہ ذیل میں ہے۔

سیدہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہم لیتے رہے ہیں، تو یہ معنی صحیح اور ثابت ہیں اوراس اطلاق کی صحت کے لئے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث موجود ہے کہ ایک روز صبح کو رسول اللہ ﷺ باہر سے تشریف لائے اور آپ ﷺ پر سیاہ بالوں سے بنی ہوئی ایک چادر تھی، جس پر اونٹ کے پالان کے نقش و نگار تھے، اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ تشریف لائے، آپ ﷺ نے ان کو چادر کے اندر داخل فرمایا، پھر حسین رضی اللہ تعالی عنہ آئے، پھر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا آئیں اور آخر میں علی رضی اللہ تعالی عنہ آئے، آپ ﷺ ان سب کو چادر مبارک میں داخل فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾

(الاحزاب:۳۳)

اس کو مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں روایت کیا ہے۔ (۵)

اور اس جیسی حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی مروی ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں روایت کیا ہے (٦) اور یہ حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ آیت پانچ نفوس کے حق میں نازل ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ، حضرت علی، فاطمہ، حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم - اس کو طبرانی نے اپنے معجم (۷) میں اور احمد نے المناقب میں اور دوسرے محدثین نے روایت کیاہے اور یہ بات بھی صحت کو پہنچی ہے کہ جس وقت حضرت پیغمبرِ خدا ﷺ نے اپنی چادر شریف ان پر ڈالی تو اس وقت ان کے حق میں دعا فرمائی اور آپ نے یہ فرمایا کہ

اللّٰهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ، وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا (۸)

---

(۵)...صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل اهل بیت النبی، ص ۱۳۲۰، الحدیث: ۲٤۲٤

(٦)...مسند احمد، مسند النساء، حدیث ام سلمة زوج النبی، 44/ 118، الحدیث: ۲٦۵۰۸

(۷)...المعجم الصغیر، باب الحاء، من اسمه الحسن، ۱/ ۲۳۱، الحدیث: ۳۷۵

(۸)...المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمه احمد، ۲/ ۳۷۱، الحدیث: ۲۲٦۰

جبکہ ایک روایت میں "خاصتی" کی جگہ "حامتی" کے الفاظ ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أنا ابْنُ نُمَيْرٍ قثنا عَبْدُ الْمَلِكِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أُمَّ سَلَمَةَ تَذْكُرُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَيْتِهَا فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ بِبُرْمَةٍ فِيهَا حَرِيرَةٌ، فَدَخَلَتْ بِهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: «ادْعِي لِي زَوْجَكِ

یعنی اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور خاص لوگ ہیں، ان سے نجاست کو دور کر اور ان کو کامل طور پر پاک رکھ۔

پس اس آیت کریمہ اور احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ "پنجتن پاک "لفظ کا اطلاق پانچ نفوسِ مطہرہ ومعروفہ پر جائز اور ثابت ہے اور اس کا انکار جہل ہے اور اس کے قائل کو رفض سے منسوب کرنا تعصب اور عناد ہے، اگرچہ اہل سنت وجماعت کے علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ میں طہارت، نفوس معروفہ (پنجتن) کے لئے مخصوص نہیں ہے، بلکہ جمیع اہل بیت، ازواج مکرمات وغیرہا کے لئے بھی عام ہے۔ اس قاعدہ کی بنا پر کہ جو علم اصول فقہ میں ثابت ہے۔

میں نے چاہا کے متعدد کتابوں سے ایجاز اور اختصار کے طور پر اہلِ بیت کرام کے عُشّاق کو شوق دلانے اور حضرت سید الانام علیہ أفضلُ الصّلوٰۃ وأشرفُ السَّلام کی رضامندی کی خاطر، کچھ فضائل اور حالات جمع کروں، کیونکہ آل اوراصحابِ پیغمبرِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم و رضی اللہ تعالی عنھم میں سے ہر ایک ہمارے لئے بمنزلہ مَرْدُمَکِ چشم اور آنکھوں کا نور ہے، کیونکہ پیغمبرِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اہلِ بیت کو حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی سے تشبیہ دی ہے، کہ جو کوئی اس میں سوار ہوگا، وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا۔

اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنے اصحاب کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان کی پیروی کروگے تو ہدایت پاؤگے۔

ان دو حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح سمندری سیاحت کرنے والوں کے لئے دو چیزوں کی مراعت ضروری ہے: (۱) ایک کشتی کی کہ اس کو غرق ہونے سے بچایا جائے اور (۲) دوم ستارے کی، کہ اس کی طرف نظر کرنے سے منزل مقصود تک پہنچ جائے اور غیر مقصود سے امن رہے۔ اسی طرح آخرت کی

وَابْنَیْکِ»، قَالَتْ: فَجَاءَ عَلِيٌّ وَحَسَنٌ وَحُسَیْنٌ، فَدَخَلُوا عَلَیْهِ فَجَلَسُوا یَأْکُلُونَ مِنْ تِلْکَ الْحَرِیرَةِ، وَهُوَ عَلَی مَنَامَةٍ لَهُ عَلَی دُکَّانٍ، تَحْتَهُ کِسَاءٌ خَیْبَرِيٌّ، قَالَتْ: وَأَنَا فِي الْحُجْرَةِ أُصَلِّي، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْآیَةَ {إِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا} [الأحزاب:۳۳]. قَالَتْ: فَأَخَذَ فَضْلَ الْکِسَاءِ فَغَشَّاهُمْ بِهِ، ثُمَّ أَخْرَجَ یَدَهُ فَأَلْوَی بِهَا إِلَی السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ: «اللّٰهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَیْتِي وَحَامَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیرًا، اللّٰهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَیْتِي وَحَامَّتِي، فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِیرًا»، قَالَتْ: فَأَدْخَلْتُ رَأْسِي الْبَیْتَ قُلْتُ: وَأَنَا مَعَکُمْ یَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: «إِنَّکِ إِلَی خَیْرٍ، إِنَّکِ إِلَی خَیْرٍ» فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل، فضائل علی رضی اللہ عنه، ۲/۵۷۸، الحدیث: ۹۹۴

طرف سفر کرنے والوں کے لئے بھی رسول کریم ﷺ کے آل اور اصحاب کی مراعت ضروری ہے، تاکہ ہلاکت سے بچ جائیں، مقصود کو پائیں اور گمراہی سے امن میں رہیں، جبکہ اصحابِ کرام کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں اور وہ اس رسالے کے سوا دوسرے رسالہ میں بیان ہوئے۔ اس لئے اس مختصر رسالہ میں بے شمار دلائل، فضائل ومناقبِ اہلِ بیت کرام میں سے کچھ اختصار کے طور پر بیان کئے ہیں۔ یہ مختصر رسالہ شب جمعہ تاریخ ستائیس[۹] ماہ شعبان مکرم ۱۱۶۴ھ میں شروع ہوا اور رسالہ کا نام وسیلۃ الغریب إلی جناب الحبیب رکھا گیااور اس کو چھ ابواب پر ترتیب دیا گیا۔

(۹)۔۔۔دیگر تراجم میں ستائیس ہی لکھا ہے جبکہ راقم الحروف نے اصل فارسی نسخہ دیکھا ہے جس میں فارسی میں ’’بیست و نہم‘‘ لکھا ہے جس کا معنی ہے انتیسواں۔ ابوالحسن قادری

پہلا باب

پہلا باب ان آیات قرآنیہ کے بیان میں ہے جو کہ اہل بیت کرام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ اس مختصر کتاب میں جو جملہ آیات مذکور ہیں، وہ چھ عدد ہیں۔

آیت:۱

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (آل عمران:۳/۶۱)

ترجمہ کنز الایمان: پھر اے محبوب جو تم سے عیسٰی کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

نجران کے عیسائیوں پر اہل بیت کی ہیبت

اس آیت کے سببِ نزول کا اجمالی بیان یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ نصاریٰ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو ساٹھ افراد پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ یمن کے شہر ”نجران“ سے ”مدینہ منورہ“ میں آئے تھے۔ یہ سال نویں یا گیارہویں ہجری کا واقعہ ہے انہوں نے عیسی علیہ السلام کے متعلق کچھ کہا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جیسا تم کہتے ہو ایسا نہیں ہے بلکہ وہ خُدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ نصاریٰ اس بات سے منکر ہوئے۔ حق سبحانہ تعالی نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ تب آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنھم کو بلایا اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جب میں دعا کروں، تو وہ آمین کہیں اور نصاریٰ

سے فرمایا کہ تم بھی اپنے ساتھ اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ، تاکہ وہ بھی ان کی، دعا پر آمین کہیں۔ جب یہ بات ہوئی تو نصاریٰ کی ایک سردار نے اپنی جماعت سے کہا کہ اگر فی الحقیقت محمد ﷺ نبی مُرسل ہیں اور تم نے اس سے مباہلہ کیا، تو تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روئے زمین پر کوئی نصرانی قیامت تک باقی نہ رہے گا۔ نصاریٰ کی جماعت نے یہ بات سن کر دعا مانگنے سے انکار کیا۔ پس پیغمبرِ خُدا ﷺ نے فرمایا کہ جب تم دعا مانگنے سے انکار کرتے ہو تو پھر اسلام لاؤ۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا اور انہوں نے رسول کریم ﷺ سے اس بات پر صلح کرلی کہ ہر سال دو ہزار پوشاک ادا کریں گے، ایک ہزار ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں، نیز ہر سال ۳۳اونٹ، ۳۳لوہے کی زرہیں اور 34 گھوڑے بھی دیتے رہیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس صلح کو قبول فرمایا اور ان کو امان دے دی اور فرمایا کہ اگر یہ نصاریٰ ہم سے دعا میں مقابلہ کرتے تو تحقیق وہ بندروں اور سؤروں کی شکل میں مسخ ہو جاتے اور نجران کی وادی ان پر آگ ہو جاتی اور حق سبحانہ تعالی جملہ اہلِ نجران کی بیخ کنی کرتا اور ان سب کو ہلاک کرتا، ان کی شامت سے ان کے پرندوں کو بھی ہلاک کرتا۔ اسی طرح بیضاوی اور خازن نے اپنی تفسیروں میں ذکر کیا ہے۔[(۱۰)]

صاحب کشاف کا قول

صاحبِ کشاف (زمخشری) نے کہا ہے کہ (یہ آیت) اصحاب چادر یعنی حضرت علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمۃ الزہرا، اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہم کی فضیلت پر قوی ترین دلیل ہے۔[(۱۱)] کیونکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو محبوبِ خدا ﷺ نے ان کو طلب فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید کے لفظ "أَبْنَاءَنَا" سے حضرت حسن اور حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا ہیں، "نِسَاءَنَا" سے حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا مراد ہیں اور "أَنْفُسَنَا" سے

(۱۰)...تفسیر خازن، ۱/ ۲۵٤، تحت: اٰل عمران: ٦١

(۱۱)...تفسیر کشاف، سورۃ اٰل عمران، تحت آیت: ٦١

نفسِ نفیس حضرت سرور دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور نفس گرامی حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مراد ہیں اور یہ ان کے حق میں کمالِ فضل اور غایتِ شرف ہے۔ کشاف کی تحقیق ختم ہوئی۔

آیت:۲(اٰل عمران:۱۰۳)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

حضرت جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ خُدا تعالیٰ کی اس مضبوط رسی سے مراد ہم یعنی شہنشاہ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت ہیں۔ اسی طرح علامہ ثعلبی نے ذکر کیا۔ [۱۲]

آیت:۳(النساء:۵۴)

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

ترجمہ کنزالایمان: یالوگوں سے حسد کرتے ہیں، اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔

حضرت محمد باقر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ یہاں لوگوں سے مراد ہم لوگ ہیں یعنی اہلِ بیت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم [۱۳] اور حضرت محمد باقر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ میں اس پر خدا تبارک و تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں۔

آیت:۴(الاحزاب:۳۳)

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۚ﴿۳۳﴾

ترجمہ کنزالایمان: اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔

اکثر مفسّرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت پانچ تن کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا، شیر خُدا علی المرتضیٰ، حسنین کریمین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم۔ مسلم نے

(۱۲)...۔تفسیر ثعلبی، سورۃ آل عمران، فصل فی ایجاب الحج، ۳/ ۱۶۳

(۱۳)...۔تفسیر السمعانی، سورۃ النساء، تحت الآیۃ: ۵٤، ۱/ ٤۳۷

اپنی ’’صحیح‘‘ میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دن کے پہلے حصے میں تشریف لائے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر بکری کے بالوں سے بنی ہوئی سیاہ رنگ کی چادر تھی اور اس چادر میں اونٹ کے پالان کی لکڑی کی شکل کے نقش و نگار تھے۔ اتنے میں حسن بن علی آئے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو اپنی سیاہ چادر کے اندر داخل فرما لیا، پھر حسین بن علی آئے، ان کو بھی چادر میں داخل فرمایا، پھر سیدہ فاطمۃ الزہرا تشریف لائیں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو بھی چادر میں داخل فرمایا، پھر علی المرتضیٰ تشریف لائے، ان کو بھی چادر میں داخل فرمایا، پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس آیت کو پڑھا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾۔ (۱۴)

نیز احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ جب رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان چار تن مبارکہ کو اپنی چادر میں داخل فرمایا، تو اللہ کریم کی بارگاہ میں ان کے حق میں یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ أَھْلُ بَیْتِي وَخَاصَّتِي، فَأَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ، وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیرًا (۱۵)

یعنی، اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں اور میرے خاص لوگ ہیں، ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو اچھی طرح پاک کر۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا کو قبول فرمایا اور یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ﴿۳۳﴾۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت حسن اور حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا کو اپنی دونوں زانوں پر بٹھایا اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ آپ کے دائے طرف بیٹھ گئے اور حضرت فاطمہ بائیں جانب بیٹھ گئیں۔ (۱۶)

---

(۱٤)۔۔۔صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل اهل بیت النبی، ص ۱۳۲۰، الحدیث: ۲٤۲٤

(۱۵)۔۔۔مسند احمد، مسند النساء، حدیث ام سلمة زوج النبی، ٤٤/ ۱۱۸، الحدیث: ۲٦۵۰۸

(۱٦)۔۔۔تفسیر الدر المنثور، سورة الاحزاب، تحت الآیة: ۳۳، ٤/ ۲۳۱

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس وقت دعا میں یہ بھی فرمایا کہ میری ان لوگوں ساتھ صلح ہے کہ جن کی ان سے صلح ہے اور میں ان سے جنگ کروں گا جو ان (اہل بیت) سے جنگ کریں گے اور میں ان کو دوست رکھتا ہوں جو ان کو دوست رکھتے ہیں اور میں ان لوگوں سے دشمنی رکھتا ہوں جو ان سے دشمنی رکھیں گے، یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، پس خدایا! اپنی صلوۃ، اپنی رحمت، اپنی مغفرت اور اپنی رضا کو میرے اوپر اور ان پر نازل فرما۔(۱۷)

بعض روایات میں کہ اس آیت کا نزول حضرت اُمّ المومنین اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے گھر میں ہوا جب حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو معلوم ہوا آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنی چادر میں داخل فرمایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی ہے تو حضرت اُمّ سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں بھی ان کے ساتھ چادر میں آجاؤں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو چادر میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی لیکن ان کی دوسری طرح دلجوئی فرمائی: اے اُمِّ سلمہ تحقیق تم عظیم خیر پر ہو۔(۱۸)

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ چار تن مبارک کے لئے دعا تمام کرنے کے بعد حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کو بھی چادر میں داخل فرمایا۔

اور روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل عَلَیۡہِمَا السَّلَام اتر آئے، ان کو بھی مذکورہ اشخاص کے ساتھ چادر میں داخل فرمایا۔(۱۹)

---

(۱۷)۔۔۔فقیر اپنی کم علمی کی وجہ سے کسی ایسی حدیث تک رسائی نہ پاسکا کہ جس میں یہ سب بیان یکجا ہوں، البتہ مختلف احادیث میں یہ مضامین منفرداً موجود ہیں، جن میں سے اکثر اس رسالہ میں مذکور ہیں اور ان کی تخریج بھی کردی گئی ہے۔ ابوالحسن قادری

(۱۸)۔۔۔مسند احمد، مسند النساء، حدیث ام سلمۃ زوج النبی، ٤٤/ ١١٨، الحدیث:٢٦٥٠٨

(۱۹)۔۔۔سبل الهدی والرشاد، فی بیان من هم اهل البیت، ١١/ ١٣

احادیثِ مناقب سے مستفاد افوائد

ان احادیث سے گیارہ فوائد معلوم ہوئے۔

﴿اوّل﴾... یہ کہ پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ان پر چار تن مبارک کو اپنی چادر میں داخل کرنا، حضرت اُمِّ سلمہ کے گھر میں ہوا اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر میں ہوا۔

﴿دوم﴾... یہ کہ وقت دن کا ابتدائی حصہ تھا۔

﴿سوم﴾... یہ کہ وہ چادر اس سے پہلے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم زیب تن تھے اور اس لحاظ سے چار تن مبارک کے لئے بھی تبرک کا باعث ہوئی۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ وہ چادر اس وقت آسمان سے یا بہشت سے اتری تھی ۔یہ عبارت حدیث کی کتابوں میں اِس ضعیف (یعنی مؤلِّف) کی نظر سے نہیں گزری۔ واللہ تعالی اعلم۔

﴿چہارم﴾... یہ کہ وہ چادر بکری کے بالوں سے بنی ہوئی تھی، اس سے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کمال زُہد معلوم ہوتا ہے۔

﴿پنجم﴾... چادر کا رنگ مبارک سیاہ تھا۔

﴿ششم﴾... اس چادر میں نقوش بھی تھے جس کا بیان پہلے ہو چکا۔

﴿ہفتم﴾... پنج تن مبارکہ کے تشریف لانے کی ترتیب یہ تھی کہ پہلے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہاں تشریف لائے، پھر امام حسن، پھر امام حسین، پھر حضرت فاطمہ، پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم۔

﴿ہشتم﴾... یہ کہ آیۃ کریمہ اسی وقت نازل ہوئی۔

﴿نہم﴾... یہ کہ پیغمبرِ خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی چادر میں اپنے اہلِ بیت کے ساتھ بہ نفس نفیس خود کو بھی اس لئے داخل رکھا کہ اس سے اہلِ بیت کرام کا شرف آپ کی ذات شریفہ کے انضمام سے بڑھ جائے۔

﴿دہم﴾... یہ کہ آپ نے اس چادر میں جبرئیل و میکائیل عَلَیْہِمَا السَّلَام کو بھی داخل فرمایا تاکہ اس سے اہلِ بیت کا شرف اور منزلت مزید بڑھ جائے۔

﴿یازدہم﴾... یہ کہ ان احادیث سے پانچ تن پاک کے چادر کے اندر بیٹھنے کی کیفیت بھی واضح ہو گئی کہ امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا دونوں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زانوئے مبارک پر بیٹھے ہوئے تھے، حضرت علی دائیں طرف اور حضرت فاطمہ بائیں طرف رِضْوَانُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند وجوہ دوسرے بھی مروی ہیں:

بعض مُفسّرین کی رائے ہے کہ اس آیت میں اہلِ بیت سے مراد آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ازواج مطہرات ہیں، جس کا یہ قرینہ ہے کہ اس آیت کے ماقبل اور مابعد میں سب ازواج مطہرات کا بیان ہے۔ (۲۰)

کچھ مُفسّرین اس طرف گئے کہ اہل بیت سے مراد پنجتن پاک ازواجِ مطہرات ہیں۔ اس قول کو بیضاوی نے اپنی ''تفسیر'' میں ترجیح دی ہے (۲۱)

اور سیّد مرزا مخدوم پسر سید شریف جرجانی نے ''نواقص'' میں کہا ہے کہ یہی قول اکثر مفسّرین اور محدّثین کا ہے اور وہی حق انتہیٰ۔ (۲۲)

بعض مفسّر اس خیال کے ہیں کہ اہل بیت سے وہ سب لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔ اس قول کی بناء پر اہلِ بیت میں تمام آلِ ہاشم یعنی آلِ حضرت علی، آلِ جعفر، آلِ عقیل پسران ابی طالب، آلِ عباس، آلِ حارث، پسرانِ عبد المطلب داخل ہیں اور آلِ مطلب بھی داخل ہو جاتی ہے اور بعض علماء کے قول پر آلِ عبد مناف بھی داخل ہے۔ (۲۳)

---

(۲۰)...۔المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة الاحزاب، ۲/ ۴۵۱، الحديث:۳۵۵۸

(۲۱)...۔تفسير بيضاوى، سورة الاحزاب، تحت الآية:۳۳، ۴/ ۲۳۱

(۲۲)...۔لم اجدہٗ

(۲۳)...۔اسی مضمون کی ایک حدیث مبارکہ مسلم شریف میں ہے: حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ، جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي أَبُو حَيَّانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ، وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ، إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا، رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ،

آیت:۵(الاحزاب:۵۶)

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا(۵۶)

ترجمہ کنز الایمان: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

بخاری اور مسلم نے کعب بن عجرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں حضور نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود اور سلام کہنے کا حکم ہوا تو ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر کس طرح درود بھیجیں، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یوں کہو!

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيد۔(۲۴)

پس جب قرآن مجید میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود پڑھنے کا حکم ہوا تو آپ نے اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ساتھ آپ کی آلِ پاک پر بھی درود و سلام پڑھا جائے، یوں

وَغَزَوْتَ مَعَهُ، وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ لَقَدْ لَقِيتَ، يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا، حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا ابْنَ أَخِي وَاللهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي، وَقَدُمَ عَهْدِي، وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا، وَمَا لَا، فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ، ثُمَّ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا، بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، وَوَعَظَ وَذَكَّرَ، ثُمَّ قَالَ: " أَمَّا بَعْدُ، أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ " فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي» فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ: وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ؟ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ؟ قَالَ: نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ، قَالَ: وَمَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ، وَآلُ جَعْفَرٍ، وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ: كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب، ص۱۳۱۲، الحدیث:۲۴۰۸

(۲۴)۔۔۔صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص۱۵۸۴، الحدیث:۶۳۵۷

صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد، ص۲۱۶، الحدیث:۴۰۶

آپ ﷺ نے اپنی آل کو اپنی جگہ پر رکھا اور ان کو بھی اپنے حکم میں داخل فرمایا۔ یہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے اپنی آل کے حق میں کمال فضیلت اور نہایت منقبت ہے۔

آیت:۶ (الشوری:۲۳)

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ کنزالایمان:(اے محبوب) تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت۔

امام احمد نے اپنی "مسند"میں اور طبرانی نے اپنی "معجم"میں اور حاکم نے اپنی کتاب "مستدرک" میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ یہ آیت سرکارِ دوجہاں، محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی، تو میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کی اس قرابت سے کون لوگ مراد ہیں، جن کی محبت ہم پر واجب ہوئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔ رضی اللہ عنہم (۲۵)

باب دوم

باب دوم اُن احادیثِ نبویہ کے بیان میں ہے جو کہ اہلِ بیت کرام کی فضیلت میں بلا کسی تخصیص اشخاص معینہ کے وارد ہوئی ہیں اور اس رسالے میں ایسی چالیس احادیث لائی گئی ہیں۔

حدیث:۱

مسلم نے اپنی "صحیح" میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لیے قیام فرمایا اور خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ﷺ نے خطبہ میں حق سبحانہ وتعالی کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: اے لوگو! میں بھی تم جیسا بشر ہوں (۲۶)، عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے پیغام پہچانے والا آئے

(۲۵)۔۔۔المعجم الکبیر، للطبرانی، باب الحاء، بقیة اخبار الحسن بن علی، ۳/ ۳۹، الحدیث: ۲۶۴۱

(۲۶)۔۔۔یعنی جس طرح ہر انسان، ہر بشر کو ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے، اسی طرح میرا وقت بھی آئے گا، یاد رہے کہ

گا اور میں اس کے پیغام کو قبول کروں گا اور تحقیق میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے ۔ایک اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے تم خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس پر عمل کرو۔

دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں ،میرے اہلِ بیت کے حق میں میرا خیال کرو اور میری رعایت کرو۔ (۲۷)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ تم ان سے یعنی اہلِ بیت سے سبقت نہ کرو کہیں اس سے تمہاری ہلاکت نہ ہو جائے۔ (۲۸)

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ عزّوجلّ کی کتاب کی مثال حضرت نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی کشتی کی طرح ہے جو کوئی اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا، اور میرے اہلِ بیت کی مثال دروازہ حطہ (بیت المقدس کے دروازے) کی طرح ہے جو کوئی اس میں داخل نہ ہوا وہ مغفرت سے محروم رہا۔ (۲۹)

ایک روایت میں ہے کہ سرکار دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہوں، اسی طرح دومرتبہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کو دہرایا۔ (۳۰)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خطبہ کس وقت دیا؟ اس میں روایات کا باہمی اختلاف ہے۔ ایک روایت میں غدیرخم کا دن مروی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میدانِ عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر۔ تیسری روایت میں ہے کہ وصال سے کچھ پہلے مدینہ منورہ میں۔ علماء نے روایات کے اس

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے جیسا کہنا بے باکی ہے، سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عاجزی میں جو فرمائیں، اسے فرمان کی حد تک ہی رکھا جائے۔

(۲۷)...۔صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب، ص۱۳۱۲، الحدیث:۲۴۰۸

(۲۸)...۔لم اجد

(۲۹)...۔المعجم الصغیر، باب الحاء، من اسمہ الحسین، ۱/ ۲۴۰، الحدیث: ۳۹۱

(۳۰)...۔صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن ابی طالب، ص۱۳۱۲، الحدیث:۲۴۰۸

اختلاف کو مختلف اوقات پر محمول کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اہل بیت کرام کے مناقب اور فضائل تاکید کے طور پر لوگوں کو بتانے کے لئے متعدد مرتبہ اس قسم کے ارشادات فرمائے۔

حدیث:۲

طبرانی نے اپنی کتاب ''معجم'' میں ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حُرمتیں تین ہیں۔ جس کسی نے ان کی حفاظت کی تو خدا تعالی اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھے گا اور جس نے حفاظت نہ کی تو خدا تعالی اس کے دین اور دنیا کو محفوظ نہ رکھے گا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ! وہ حُرمتیں کیا ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حُرمتِ اسلام، میری حُرمت اور میری قرابت کی حُرمت۔ (۳۱)

حدیث:۳

بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے لوگو! محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو ان کے اہلِ بیت میں دیکھو یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق کو اہلِ بیت میں دیکھیں، پس ان کی تعظیم کریں اور ان کو ایذا نہ دیں۔ (۳۲)

حدیث:۴

ملاء نے ''سیرت'' میں روایت کی کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کے ساتھ مجھ سے خیر کی وصیت لے لو، کیونکہ تحقیق میں قیامت کے دن ان کے حق میں تم سے مخاصمہ (۳۳) کروں گا اور جس کے ساتھ میرا مخاصمہ ہو گا، تو یقینی طور پر میں مخاصمہ میں غلبہ پاؤں گا اور جس پر میں نے غلبہ پایا، تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ (۳۴)

(۳۱)۔۔۔المعجم الأوسط، باب الألف، من اسمه أحمد، ۱/ ۷۲، الحدیث:۲۰۳

(۳۲)۔۔۔صحیح بخاری، کتاب أصحاب النبی، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۹۱۵، الحدیث:۳۷۱۳

(۳۳)۔۔۔یعنی ان کا حق دلانے کے لئے ان کی طرف سے مکالمہ کروں گا۔

(۳٤)۔۔۔شرف المصطفیٰ، جامع أبواب الفضائل، باب فضل الحسن والحسین وآل البیت، ۵/ ۲۹۹

حدیث:۵

رسول اکرم، شفیع مکرم ﷺ نے فرمایا: جو کوئی میرے اہلِ بیت کے حق میں میرا خیال رکھے گا تو اس نے خدا ﷺ سے اپنی نجات کا عہد لے لیا۔ [۳۵]

حدیث:۶

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: میں بہشت کے ایسے درخت کے مشابہ ہوں، جس کی شاخیں باہر دنیا کی طرف نکلی ہوئی ہیں یعنی میرے اہلِ بیت۔ پس اگر کوئی چاہتا ہے کہ اپنے پروردگار کی طرف جانے کا راستہ چاہے تو ان شاخوں کو مضبوط پکڑ لے۔ [۳۶]

حدیث:۷

امام احمد نے اپنی "مسند" میں روایت کی ہے کہ حبیبِ خدا ﷺ نے فرمایا: تمام تعریف اور شکر خدا تعالی کے لئے مخصوص ہے، جس نے حکمت کو میرے اور میرے اہلِ بیت کے اندر رکھا۔ [۳۷] مؤمن کا دین میں کمال حاصل کرنا اور علم و عمل کا پیکر ہونا حکمت سے عبارت ہے۔

حدیث:۸

دیلمی نے "فردوس" میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ سیّد المرسلین ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ، میرے اہلِ بیت ، انصار کرام میرے خاص مشیر اور

---

(۳۵)...لم اجد

(۳۶)...الفردوس بمأثور الخطاب، باب المیم، ٤/ ١٢٨، الحدیث:٦٣٩٨

ایک اور حدیث پاک میں ہے: أَنَا شَجَرَة وَفَاطِمَة حملهَا وَعلي لقاحها وَالْحسن وَالْحُسَيْن ثَمَرهَا والمحبون أهل الْبَيْت وَرقهَا فِي الْجنَّة حَقًا حَقًا.(الفردوس بمأثور الخطاب، باب الالف، ١/ ٥٢ الحدیث:١٣٥) میں درخت ہوں، اور فاطمہ اس درخت کے پھل کی ابتدائی حالت ہے، اور علی اس کے پھول کو منتقل کرنے والا ہے، اور حسن و حسین اس کے پھل ہیں، اور اہل بیت سے محبت رکھنے والے اس درخت کے پتے ہیں، وہ یقینا یقینا جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔

(۳۷)...لم اجد

میری جماعت ہیں، پس ان کے اچھوں کی اچھائیاں قبول کرو اور جو کوئی خطا کر بیٹھیں تو ان سے در گزر کرو۔ (۳۸)

حدیث:۹

حاکم نے "مستدرک" میں حضرت ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے اور طبرانی اور ابو نعیم اور بزار نے اپنی "مسند" میں حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت کی کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے اہلِ بیت کی مثال تمہارے اندر حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی کشتی کی طرح ہے، جو کوئی اس میں سوار ہوا، اس نے نجات پائی اور جو اس سے پیچھے رہا وہ غرق ہوا۔ (۳۹)

حدیث:۱۰

طبرانی اپنی کتاب معجم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: قیامت کے دن اپنی امت سے پہلے جن لوگوں کی شفاعت کروں گا، وہ میرے اہلِ بیت ہوں گے۔ ان کے بعد قریش کے لئے پھر انصار کے لئے اور ان بعد یمن کے ہر اس آدمی کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا ہو گا اور میرا تابع ہوا ہو گا۔ ان کے بعد عجمی یعنی غیر عرب اور جس گروہ کی میں شفاعت کروں گا وہ اس گروہ سے بہتر ہو گا جس کی میں بعد میں شفاعت کروں گا۔ (۴۰)

(۳۸)...۔سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب فی فضل الانصار و قریش، ۵/ ۷۱٤، الحدیث: ۳۹۰٤
الفردوس بماثور الخطاب، ۱/ ٤۰۷، الحدیث: ۱٦٤۵

(۳۹)...۔مسند البزار، سعید بن المسیب عن ابی ذر، ۹/ ۳٤۳، الحدیث: ۳۹۰۰
المعجم الصغیر، باب الحاء، من اسمه الحسین، ۱/ ۲٤۰، الحدیث: ۳۹۱

(٤۰)...۔المعجم الکبیر، باب العین، مجاهد عن ابن عمر، ۱۲/ ٤۲۱، الحدیث: ۱۳۵۵۰

حدیث:۱۱

حاکم نے اپنی کتاب ''مستدرک'' میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ایمان والو! تم سے بہترین شخص وہ ہے جو میرے اہلِ بیت کے لئے بہتر ہو۔ (۴۱)

حدیث:۱۲

طبرانی اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن ابی اَوفی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں نے اپنے پرور دگار سے یہ عرض کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس کا بھی اپنے اہل سے نکاح کروں یا جس سے میں نکاح کروں، تو وہ بہشت میں میرے ساتھ جائے، پس جو کچھ میں نے اپنے پروردگار سے مانگا، مجھے عطا کیا گیا۔ (۴۲) شیرازی نے کتاب ''الالقاب'' میں اس قسم کی حدیث کو ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کیا۔

حدیث:۱۳

ترمذی اور حاکم نے حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے مؤمنو! خدا تعالیٰ کو دوست رکھو، کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا فرماتا ہے، اور خدا کی محبت کے لیے مجھ سے محبت رکھو، اور میری وجہ سے میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو۔ (۴۳)

حدیث:۱۴

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے میرے اہلِ بیت پر کوئی احسان کیا تو اس کے احسان کا بدلہ قیامت کے دن میں

---

(٤١)...مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب عبدالرحمن، ٣/ ٣٥٢، الحديث:٥٣٥٩

(٤٢)...مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ٣/ ١٤٨، الحديث: ٤٦٦٧

(٤٣)...سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب اهل بيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ٥/ ٦٦٤، الحديث: ٣٧٨٩

اتاروں گا۔[۴۴] اور خطیب نے اس قسم کی حدیث حضرت عثمان ابن عفان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے۔[۴۵]

حدیث:۱۵

ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت کی کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے میرے ایک بال کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس مجھے ایذاء دی، اس نے اللہ رب العزت کو ایذاء دی۔[۴۶] بال سے مراد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آل ہے۔

حدیث:۱۶

حضرت امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب ''مصنّف'' میں اور طبرانی نے ''معجم'' میں روایت کیا ہے کہ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلِ بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔[۴۷]

حدیث:۱۷

امام حاکم نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ سرور کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے پروردگار نے میرے ساتھ میرے اہلِ بیت کے حق میں یہ وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی توحید اور میری رسالت کا اقرار کرے گا، اسے عذاب نہ دے گا۔[۴۸]

---

(٤٤)...تاریخ ابن عساکر، حرف العین، عمر بن علی بن ابی طالب، ٤٥/ ٣٠٣

(٤٥)...تاریخ بغداد، تتمہ باب العین، تتمہ ذکر من اسمہ عبداللہ، ١٠/ ١٠٢، الرقم: ٥٢٢١

(٤٦)...تاریخ ابن عساکر، حرف المیم، محمد بن علی بن حسین، ٥٤/ ٣٠٨، الرقم:٦٧٨٨

(٤٧)...مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سورة الزخرف، ٢/ ٤٨٦، الحديث:٣٦٧٦

المعجم الصغیر، باب المیم، من اسمہ محمد، ٢/ ١٦٦، الحدیث:٩٦٧

(٤٨)...مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب اهل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ٣/ ١٦٣، الحديث:٤٧١٨

حدیث:۱۸

دیلمی نے حضرت سیّدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر اللہ کا سخت عذاب ہو گا، جس نے میرے اہلِ بیت کو تکلیف پہنچائی ہو۔ (۴۹)

حدیث:۱۹

ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت کی ہے کہ دوجہاں کے داتا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے پُلِ صراط پر وہ شخص ثابت تر ہو گا، جس نے میرے اہلِ بیت اور اصحاب سے قوی محبت رکھی ہو گی۔ (۵۰)

حدیث:۲۰

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے میرے اہل بیت سے جنگ کی تو میں اس سے جنگ کروں گا اور جس نے میرے اہلِ بیت سے صلح رکھی تو میری بھی اس سے صلح ہو گی۔ (۵۱)

حدیث:۲۱

طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اور سیّدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کی ہے کہ رسولِ اکرم، شفیع معظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: سب نواسوں، نواسیوں کی نسبت

---

(۴۹)...۔کنزالعمال، الباب الخامس فی فضل اھل البیت، الفصل الاول، ۱۲/ ۹۳، الحدیث: ۳٤۱٤۳

(۵۰)...۔الکامل لابن عدی، محمد بن محمد بن الاشعث..الخ، ۷/ ٥٦٦

(۵۱)...۔سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل الحسن و الحسین... الخ، ۱/ ۵۲، الحدیث: ۱٤٥

ان کے باپ کی طرف ہوتی ہے، سوائے فاطمہ کی اولاد کے، بے شک ان کی نسبت میری طرف ہے، میں ان کا باپ اور ولی ہوں۔ (۵۲)

حدیث:۲۲

ابن مندہ اور ملاّ نے اپنی ''سیرت'' میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ جس کسی نے میرے قرابت والوں کو ایذاء پہنچائی، تحقیق اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی، تو اس نے خدا عزّوجلّ کو ایذا پہنچائی۔ (۵۳)

حدیث:۲۳

ابو الشیخ نے حضرت علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! کوئی بندہ تب تک مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک مجھے دوست نہیں رکھتا اور جب تک میری قرابت کو دوست نہیں رکھتا۔ (۵۴)

حدیث:۲۴

حافظ ابو سعید نیشاپوری نے اپنی کتاب ''شرف المصطفیٰ'' میں روایت کی ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے ایمان والو! مجھ پر دُم بُریدہ درود مت پڑھو۔ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دُم بُریدہ درود کیا ہوتا ہے؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمایا: وہ اس طرح ہے کہ صرف اللھمّ

(۵۲)...۔المعجم الکبیر، باب الحاء، ۳/ ۳۵، الحدیث: ۲٦۳۱

(۵۳)...۔ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ لمحب الطبری، الباب الاول فی فضل قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۳۱

(۵٤)...۔المعجم الکبیر، باب السین، سفیان بن ابی العوجاء، ماروی عبدالرحمن بن ابی لیلی، ۷/ ۸٦، الحدیث: ٦٤١٦

صل علی محمد پڑھ کر خاموش ہو جاؤ، بلکہ تم مجھ پر درود بھیجنے کے ساتھ میری آل پر بھی درود بھیجو اور اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ۔ (۵۵)

حدیث:۲۵

ابو داؤد نے "سنن" میں ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اگر کوئی ہم اہل بیت پر درود بھیجتے وقت بڑے پیمانہ سے اجر لینا چاہے تو اس کو یوں درود پڑھنا چاہیے: "اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ" (۵۶)

حدیث:۲۶

دیلمی نے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تب تک دعا محجوب (یعنی پردے میں رکی) رہتی ہے جب تک مجھ پر اور میری آل پر درود نہ بھیجا جائے۔ (۵۷)

حدیث:۲۷

حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی دو انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اہل بیت اور ان سے محبت رکھنے والا، یوں میرے حوض پر آئیں گے جیسے یہ دو انگلیاں ساتھ ہے۔ (۵۸)

---

(۵۵)۔۔۔شرف المصطفیٰ، جامع ابواب الادعیۃ...الخ، فصل ذکر بعض الصیغ ..الخ، ۵/ ص ۱۰۷، الحدیث: ۲۰۴۷

(۵۶)۔۔۔سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ...الخ، ۱/ ۲۵۸، الحدیث: ۹۸۲

(۵۷)۔۔۔المعجم الاوسط، باب الالف، من اسمہ احمد، ۱/ ۲۲۰، الرقم: ۷۲۱

(۵۸)۔۔۔شرف المصطفیٰ، جامع ابواب الفضائل والمناقب، باب فی فضل الحسن والحسین. الخ، ۵/ ۳۵۷

حدیث:۲۸

دیلمی نے ”فردوس “میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے یہ سوال کیا کہ میرے اہلِ بیت میں سے کسی کو بھی دوزخ میں داخل نہ کرے، خدا تعالیٰ نے اس کو میرے لئے عطا فرمایا۔ (۵۹)

حدیث:۲۹

دار قطنی اور بیہقی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت میں ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا مگر میرا سبب اور نسب منقطع نہ ہو گا۔ (۶۰)

حدیث:۳۰

طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسی سند سے کہ جس کے رجال سب ثقہ ہیں روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اور آپ کی اولاد میں سے کسی کو عذاب نہ دے گا۔ (۶۱)

حدیث:۳۱

طبرانی اور بیہقی نے ”شعب الایمان“میں اور ابو الشیخ اور دیلمی نے ابن ابی لیلیٰ سے مرسلاً طور پر روایت کی (یعنی صحابی کا ذکر متروک ہے) کہ دو جہاں کے داتا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ تب تک مومن نہیں ہوتا (یعنی ایمان کامل کے ساتھ) جب تک میری جان کو

---

(۵۹)۔۔۔شرف المصطفی، جامع ابواب الفضائل والمناقب، باب فی فضل الحسن والحسین۔الخ، ۵/ ۳۲۲

(۶۰)۔۔۔مسند البزار، مسند عمر ابن الخطاب، اسلم مولی عمر عن عمر، ۱/ ۳۹۷، الحدیث: ۲۷٤

(٦١)۔۔۔المعجم الکبیر، باب العین، عکرمہ عن ابن عباس، ۱۱/ ۲۶۳، الحدیث: ۱۱٦۸۵

اپنی جان سے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے محبوب تر نہ رکھے۔[(٦٢)]

حدیث:۳۲

دیلمی نے ''فردوس'' میں روایت کی کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ: (۱) قرآن کی تلاوت کا، (۲) اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت کا، (۳) اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت کی محبت کا۔[(٦٣)]

حدیث:۳۳

ابن ماجہ اپنی ''مسند'' میں اور حاکم اپنی ''مستدرک'' میں طبرانی اپنی ''معجم'' میں حضرت عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ رب العزّت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے اور میری قرابت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت نہ کرے۔[(٦٤)]

حدیث:۳۴

دیلمی روایت فرماتے ہیں کہ سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کو دوست رکھے گا اور جو مجھ کو دوست رکھے گا تو وہ میرے اصحاب اور میری قرابت کو بھی دوست رکھے گا۔[(٦٥)]

---

(٦٢)...۔المعجم الکبیر، باب السین، سفیان بن ابی العوجاء، ۷/ ۸٦، الحدیث:٦٤١٦

(٦٣)...۔اتحاف الخیرۃ المھرۃ، کتاب الفتن، باب فی التلاعن.. الخ، ۸/ ۱۸۵، الحدیث:۷۷۵۳

(٦٤)...۔سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل عباس بن عبدالمطلب، ۱/ ۵۰، الحدیث:۱٤۰

(٦٥)...۔لم اجده لکن مثله مروی فی ترتیب الامالی للشجری

ترتیب الامالی الخمیسیة للشجری، الحدیث الرابع فی القرآن الکریم و فضله، ۱/ ۱۱۵، الرقم:٤٤۳

حدیث:۳۵

مُحبّ الدین الطبری نے اپنی "سیرت" میں روایت کی کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے اہل بیت ہم سے وہی محبت رکھے گا جو متقی مؤمن ہو گا، اور ہم سے بغض بد بخت منافق رکھے گا۔ (۶۶)

حدیث:۳۶

حاکم اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جو کوئی مجھ سے اور میرے اہلِ بیت سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ (۶۷)

حدیث:۳۷

مروی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص رُکنِ یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان نمازیں پڑھے اور روزے رکھے، اس کے بعد اس کی خدا تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات ہو کہ وہ میرے اہلِ بیت سے دشمنی رکھتا ہو، تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔ (۶۸)

حدیث:۳۸

طبرانی نے "کتاب الدعا" میں حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: چھ شخص ہیں جن پر حق سبحانہ تعالیٰ نے، میں نے اور ہر مستجاب الدعوات نبی نے لعنت کی ہے: (۱) جو کوئی خدا تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرے، (۲) خدا

---

(٦٦)...ذخائر العقبیٰ، ذکر ماجاء فی الحث علی حبهم...الخ، ص ٥١

(٦٧)...الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب اخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ذکر ایجاب الخلود فی النار لمبغض اهل بیت..الخ، ١٥/ ٤٣٥، الحدیث: ٦٩٧٨

(٦٨)...المستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب اهل رسول الله ﷺ، ٣/ ١٦١، الحدیث: ٤٧١٢

تعالی کی تقدیر پر ایمان نہ رکھے، (۳) میری امت پر مسلّط ہو جائے حالانکہ وہ جابر و ظالم ہو۔ (۴) اللہ ربّ العزّت نے جس چیز کو حرام کیا ہو اس کو حلال کہنے والا۔ (۵) میرے اہلِ بیت سے ایسی چیز کو حلال سمجھنے والا، جس کو خدا تعالی نے حرام قرار دیا ہے یعنی ان پر سبّ و شتم کرنا اور ان کو ایذاء پہنچانا وغیرہ، (٦) میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (٦٩)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہلِ بیت کرام کی محبت بھی عین فرائض میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا سخت حرام ہے۔

اس پر امام شافعی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنے کلام میں تصریح فرمائی ہے: (٧٠)

یَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ ‌ ‌ فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهٗ

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْقَدْرِ أَنَّكُمْ ‌ ‌ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهٗ

ترجمہ: اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جس کو قرآن میں نازل کیا ہے۔ آپ کی قدر و منزلت کے بیان میں یہ کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہ پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔ (٧١)

اسی طرح صحابہ کرام کی محبت بھی عین فرائض میں سے ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا سخت حرام ہے جیسا کہ اس مسئلہ پر بے شمار احادیث و آیاتِ قرآنی دلالت کرتی ہیں۔

حدیث:۳۹

دیلمی نے روایت کی کہ پیغمبرِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جو کوئی میری طرف توسُّل کا ارادہ رکھتا ہے

(٦٩)...۔الدعا للطبرانی، باب ذکر من لعنہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص ٥٧٨، الحدیث: ٢٠٩٠،

(٧٠)...۔ فقیر قادری کو کتب احادیث و سیرت میں امام شافعی کے حوالے سے یہ اشعار نہ ملے، البتہ ۱۴۱۰ ہجری میں وفات پانے والے ایک عرب عالم کی کتاب میں امام شافعی کے نام سے یہ اشعار موجود ہیں:

منتھی السؤول علی وسائل الوصول، خطبۃ الکتاب، ١/ ٦١

جبکہ مواہب اللدنیہ میں بلانسبت کے یہ اشعار موجود ہیں، المواھب اللدنیہ، فی ذکر محبۃ آلہ.. الخ

(٧١)...۔امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں درود پاک پڑھنا فرض نہیں، بلکہ سنتِ عظیمہ ہے۔

اور قیامت کے دن میری شفاعت کا طالب ہے، تو اس کو چاہئے کہ میرے اہلِ بیت سے تعلق رکھے اور اپنی خوشی میں ان کو شریک کرے۔ (۷۲)

حدیث:۴۰

دیلمی نے ''فردوس اعلیٰ'' میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کیا ہے کہ سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں قیامت کے دن چار اشخاص کے لئے شفاعت کروں گا۔(۱)اول میری اولاد کی تعظیم کرنے والا، (۲) دوم ان کی حاجات کو پورا کرنے والا، (۳) سوم مشکل کے وقت ان کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا، (۴) چہارم اپنے دل اور زبان سے انہیں محبوب رکھنے والا۔ (۷۳)

اہل بیت کے فضائل اور مناقب میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن میں نے اس رسالہ کے اس باب میں اختصار کی رعایت کرتے ہوئے چالیس احادیث پر اکتفا کیا ہے۔

باب سوم

باب سوم ان احادیث نبویہ کے بیان میں ہے جن میں اہلِ بیت کرام کے معین اشخاص کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اس رسالہ میں ایسی ۱۶۴ احادیث لائی گئی ہیں۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے متعلق مروی احادیث کا بیان

حدیث:۱

بخاری، مسلم اور دوسرے مُحدّثین نے حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے غزوہ تبوک کے ایام میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ بنایا۔ اس پر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جدائی کی وجہ سے غمگین ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت

---

(۷۲)۔۔۔لم اجدہٗ

(۷۳)۔۔۔کنزالعمال، حرف الفاء، کتاب الفضائل، الباب الخامس، الفصل الاول، ۱۲/ ۱۰۰، الحدیث: ۳٤۱۸۰

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے علی! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسی کے لئے ہارون، مگر میرے بعد کوئی نبی اور پیغمبر نہیں ہے۔ (۷۴)

اس حدیث میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بڑی فضیلت اور گرامی منقبت معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے ان کی تین خلفاء پر افضلیت اور حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد خلیفہ اول ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ بعض روافض کا وہم ہے، اور ایسے جوابوں کو جن سے روافض کی بنیاد منہدم ہو جائے، ایک علیحدہ عربی رسالے میں چھبیس وُجوہ کے ساتھ مفصلاً بیان کیا ہے اور اس رسالہ کا نام: الحُجَّۃُ الْقَوِیَّۃ فِي مَسَائِلِ الْقَطْعِ بِالْأَفْضَلِیَّۃ ہے جو کوئی اسے پڑھے گا یا مطالعہ کرے گا تو اس پر اہلِ سنت و جماعت کے مذہب کی حقیقت کھل جائے گی اور یہاں احتصار کی خاطر ان کے ذکر کو موقوف رکھا گیا۔

حدیث:۲

بخاری، مسلم اور دوسرے مُحدّثین نے حضرت سہل رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ غزوہ خیبر کے دنوں میں سے ایک دن رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: کل میں اپنے لشکر کا جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ دوں گا کہ اللہ تعالی اس کے ہاتھ پر خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ ایسا شخص ہے کہ خدا اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔ جب رات ہوئی تو تمام صحابہ کرام نے تمنّا کی کہ فتح کا جھنڈا اُن کو عطا ہو۔ جب صبح ہوئی تو جھنڈا حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو عنایت فرمایا اور حق تعالی نے خیبر کو ان کے ہاتھ فتح فرمایا۔ (۷۵)

ترمذی نے حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت کی کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا تمام لوگوں سے پیغمبر خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پیاری تھیں۔ (۷۶)

---

(۷٤)...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك..الخ، صفحه ۱۰۸۰، الحدیث: ٤٤١٦

(۷۵)...صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، ص ۱۰۳٤، الحدیث: ٤٢١٠

(۷٦)...المستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ۳/ ۲۳۹، الحدیث: ٤٩٥٧

حدیث:۳

احمد نے ابی الفضل الطفیل سے اور ابو یعلی نے ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی اور غدیر خم جو کہ مکہ و مدینہ کے درمیان واقع ہے، پر نزول فرمایا تو وہاں ارشاد فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اور آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے۔(۷۷)

اس حدیث میں مولی کا لفظ حدیث کے اخیر لفظ کے قرینے سے محبوب کے معنی میں ہے۔

حدیث:۴

ترمذی اور حاکم نے روایت کی حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق خدا تعالی نے مجھے چار اشخاص سے دوستی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور مجھے خبر دی ہے کہ میں بھی ان چار اشخاص کو دوست رکھتا ہوں۔ راوی فرماتے ہیں کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چار اشخاص کون سے ہیں؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی، ابو ذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالی عنہم۔(۷۸)

حدیث:۵

احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت حبشی بن جنادہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور میرے قرض کو علی ہی ادا کرے گا۔(۷۹)

---

(۷۷)...۔مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۲/ ۲٦٨، الحدیث: ٩٦١

(۷۸)...۔مسند البزار، مسند بریدہ بن الحصیب، ١٠/ ٢٨٤، الحدیث: ٤٣٩٤

(۷۹)...۔سنن ابن ماجه، المقدمة، فضل علی ابن ابی طالب، ١/ ٤٤، الحدیث: ١١٩

حدیث:٦

ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کرام کے درمیان مواخات اور برادری قائم کی۔ حضرت علی اس وقت حاضر نہ تھے۔ پس آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ایسے حال میں تشریف لائے کہ دونوں آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے تمام اصحاب کی ایک دوسرے سے برادری قائم فرما دی لیکن میری برادری ان میں سے کسی کے ساتھ قائم نہ فرمائی۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (٨٠)

حدیث:٧

مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جو زمین سے دانے اگاتا ہے اور جس نے مخلوقات کو تخلیق فرمایا، غیب بتانے والے نبی اُمّی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے ساتھ یہ عہد فرمایا ہے کہ مجھے (یعنی حضرت علی کو) صرف مؤمن ہی دوست رکھے اور منافق ہی بغض رکھے گا۔ (٨١)

حدیث:٨

احمد اور ترمذی نے جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے اور ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے، کہ کہتے تھے کہ ہم انصار منافقوں کو، ان کے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے دشمنی رکھنے سے پہچانتے تھے۔ (٨٢)

یہ حدیث اگرچہ صحابی پر موقوف ہے لیکن حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے جو پہلے گذر چکی ہے اور نیز اس کا مضمون ایسا ہے کہ اپنی رائے سے معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں غیب کی خبر

---

(٨٠)۔۔۔سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ٥/ ٦٣٦، الحدیث: ٣٧٢٠

(٨١)۔۔۔صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان حب الانصار و علی..الخ، ص٥٥، الحدیث: ٧٨

(٨٢)۔۔۔سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی ابن ابی طالب، ٥/ ٦٣٥، الحدیث: ٣٧١٧

ہے تب یہ موقوف روایت بھی مرفوع کے حکم میں ہے۔

حدیث:۹

بزار نے اپنی ”مسند“ میں اور طبرانی نے ”معجم اوسط“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی اور طبرانی، حاکم، عقیل اور ابن عدی نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت کی کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں کہ جو کوئی علم کو چاہے تو وہ اس کے دروازے سے آئے۔ [۸۳]

حدیث:۱۰

طبرانی اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ [۸۴]

حدیث:۱۱

ابو یعلی اور بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے علی کو ایذا پہنچائی پس تحقیق اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی۔ [۸۵]

حدیث:۱۲

طبرانی نے سند حَسَن کے ساتھ حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے علی کو دوست رکھا پس تحقیق اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا پس تحقیق اس نے اللہ کو دوست رکھا اور جس نے علی سے دشمنی رکھی

---

(۸۳)...۔ المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، و اما قصة اعتزال محمد بن مسلمه..الخ، ۳/ ۱۳۷، الحديث: ٤٦٣٧ اور ترمذی میں مدينة العلم کی جگہ، دار الحكمة کے الفاظ ہیں۔

(۸٤)...۔المستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، و اما قصة اعتزال محمد بن مسلمه..الخ، ۳/ ۱۵۲، الحديث: ٤٦٨٢

(۸۵)...۔مسند ابی يعلى الموصلی، مسند سعد بن ابی وقاص، ۲/ ۱۰۹، الحديث: ۷۷۰

پس تحقیق اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی پس تحقیق اس نے اللہ سے دشمنی رکھی۔ (٨٦)

حدیث:١٣

طبرانی نے اپنی کتاب "معجم اوسط" اور "معجم صغیر" میں حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ عَنہَا سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ، یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے، یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہوں گے۔ (٨٧)

حدیث:١٤

احمد اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ عَنہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! دنیا میں سب سے بدبخت تر دو آدمی ہیں: ایک قوم ثمود کا سرخ رنگ کا شخص، جس نے صالح عَلَیہِ السَّلَام کی اونٹنی کے قدم کاٹے اور دوسرا وہ جو تمہارے سر کے تالو پر تلوار مارے گا، یہاں تک کہ تم خون سے سرخ ہو جاؤ گے اور وہ تمہیں قتل کر دے۔ (٨٨) اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت صالح عَلَیہِ السَّلَام کی اونٹنی کو لنگڑا بنانے والا، پہلے لوگوں میں بدبخت تر ہے اور علی کا قاتل آخری لوگوں میں بدبخت تر ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے کا نام قدار بن سالف تھا اور دوسرے کا نام عبد الرحمٰن بن ملجم ہے اور اس حدیث میں آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی طرف سے غیب کی چیز کے متعلق خبر دینا اور اس خبر کے مطابق اس کا واقع ہونا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کا عظیم معجزہ ہے۔

---

(٨٦)...المعجم الکبیر، مسند النساء، ام سلمة، ابو الطفیل عن ام سلمة، ٢٣/ ٣٨٠، الحدیث: ٩٠١

(٨٧)...المعجم الصغیر، باب العین، من اسمه عباد، ٢/ ٢٨، الحدیث: ٧٢٠

(٨٨)...مسند ابی یعلی الموصلی، مسند علی بن ابی طالب، ١/ ٤٣٠، الحدیث: ٥٦٩

حدیث:۱۵

طبرانی نے ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں فاطمہ کا نکاح علی سے کراؤں گا۔ (۸۹)

حدیث:۱۶

ترمذی اور حاکم نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق بہشت تین اشخاص کی طرف مشتاق ہے: (۱) علی، (۲) عمار بن یاسر اور (۳) سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔ (۹۰)

حدیث:۱۷

روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: چار اشخاص ہیں کہ جن کی محبت کسی منافق کے دل میں جمع نہ ہو گی اور ان چار کو مؤمنوں کے سوا کوئی دوست نہ رکھے گا اور وہ چار یہ ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم۔ (۹۱)

حدیث:۱۸

ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم اپنے وصال سے پہلے ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے سامنے حضرت عباس اور حضرت علی حاضر ہوئے۔ پس آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! میں تم کو ان دونوں کے حق میں خیر وخوبی کی وصیت کرتا ہوں اور ان کے حق میں جو شخص بھی میری رعایت کرے گا اور ان کے حق کی حفاظت کرے گا، تو حق

---

(۸۹)...۔المعجم الکبیر، ۱۰/ ۱۵۶، الحدیث:۱۰۳۰۵

(۹۰)...۔سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب سلمان الفارسی، ۵/ ۶۶۷، الحدیث:۳۷۹۷

(۹۱)...۔فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، من فضائل عمر بن الخطاب، ۱/ ۴۲۷، الحدیث:۶۷۵

سبحانہ تعالیٰ اس کو نور عطا کرے گا یہاں تک کے قیامت کے روز اس نور کے ساتھ میرے پاس آئے گا۔ (۹۲)

حدیث:۱۹

ابن عدی نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علی مومنوں کا محبوب ہے اور مال منافقوں کا معشوق ہے۔ (۹۳)

حدیث:۲۰

ترمذی نے عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے اور میرے بعد وہ ہر مومن کا دوست ہے۔ (۹۴)

حدیث:۲۱

ابو الخیر حاکمی نے عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت کی کہ ایک دن حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جناب میں حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علی نے سلام کیا اور رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سلام کا جواب دے کر کھڑے ہوئے، انہیں اپنے مبارک سینہ سے لگالیا، ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنے داہنی طرف بٹھایا۔ حضرت عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ ان کو دوست رکھتے ہیں؟ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ہاں اور خدا تعالی کی قسم! جتنا میں اسے چاہتا ہوں اللہ تعالی اس سے بھی زیادہ اسے محبوب رکھتا ہے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بھی فرمایا کہ حق سبحانہ تعالی نے ہر پیغمبر کی ذُرِّیت اور اولاد کو اس کی پشت سے کیا ہے اور میری ذُرِّیت اور اولاد کو اس کی یعنی علی کی پشت سے کیا۔ (۹۵)

---

(۹۲)...۔لم اجدْ

(۹۳)...۔الکامل فی ضعفاء الرجال، عیسی بن عبداللہ بن محمد..الخ، ٦/ ٤٢٩

(۹٤)...۔سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ٥/ ٦٣٢، الحدیث: ٣٧١٢

(۹٥)...۔الریاض النضرة، ٢/ ٣/ ١٢٦

حدیث:۲۲

ابو بکر اسماعیل نے اپنی کتاب "معجم" میں ابو ذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! جس نے تیری اطاعت کی پس تحقیق اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میری اطاعت کی پس اس نے خدا تعالی کی اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی پس اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے خدا تعالی کی نافرمانی کی۔(۹۶)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے فضائل اور مناقب میں دوسری بھی بہت سی اور بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں لیکن اختصار کی خاطر اس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

باب چھارم

حضرت علی، حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے بعض فضائل میں اور وہ احوال وصفات وغیرہ جو احادیثِ نبویہ میں منقول نہیں ہیں۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے حالات

آپ کا زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں نام علی تھا۔ اور کنیت ابوالحسن اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کی کنیت ابوتراب بھی رکھی تھی، جس پر آپ اس لئے فخر کرتے تھے کہ یہ نام حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے عنایت ہوا تھا۔ لقب مرتضی وحیدر ہے۔ آپ کے والد کو ابو طالب کہا جاتا ہے، جو کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا تھے۔ ابو طالب کا نام عبد مناف ہے اور حضرت علی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہے اور وہ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں کہ جنہوں نے ہاشمی کو جنا ہے حضرت علی کی والدہ فاطمہ اسلام لائیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں اسلام پر وفات پائی اور پیغمبرِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے جنازے میں شریک ہوئے

---

(۹۶)۔۔۔من حدیث خیثمة بن سلیمان القرشي الأطرابلسي، باب ماجاء فی استئذان أصحاب..إلخ، ص ۷۲

اور دفنانے کے لئے ان کی قبر میں داخل ہوئے اور ان کو اپنا پیراہن شریف پہنایا۔[۹۷] اور ان کی قبر بلا کسی اختلاف کے مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں ہے، لیکن علماء کا قبر کے تعیُّن میں اختلاف ہے۔اس میں تین قول ہیں: (۱) بقیع کے آخر میں واقع ہے، (۲) حضرت عباس رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی قبر کے قریب سرائے عقیل میں واقع ہے، (۳) حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صاحبزادے حضرت ابراھیم رَضِیَ اللہُ عَنہُ کی قبر کے قریب ہے۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنہُ کے والد ابو طالب کی وفات آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدینہ کی طرف ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں ہوئی۔ یعنی آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس وقت عمر مبارک پچاس برس تھی۔[۹۸]

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنہُ ابو طالب کے بیٹوں میں سے سب سے چھوٹے تھے، لیکن صاحبِ فضیلت تھے اور فضیلت اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہے عطا کرے۔

ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا مالک سُنَن ابو داوٗد، سُنَن نسائی وغیرہ میں متعدد احادیث میں اس کی صراحت آئی ہے اور جو بعض رافضہ ان کے اسلام کے قائل ہیں یہ قول بے اصل ہے، جس کے لئے کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ جو رافضیہ نے اس کی بنیاد اس قصیدہ کے بعض الفاظ پر رکھی ہے جس کی نسبت ابو طالب کی طرف کی گئی ہے کہ اس کے بعض الفاظ اسلام پر دلالت کرتے ہیں، اس پر حافظ بن حجر نے "فتح الباری" میں کہا ہے کہ اس قصیدہ کی سند صحیح نہیں ہے اور ان الفاظ کی نسبت ابو طالب کی طرف غیر صحیح ہے انتہیٰ۔[۹۹]

حالانکہ یہ قول ان صحیح احادیث کے مخالف ہے جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا مالک اور دوسری کُتُبِ حدیث میں ابو طالب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اور قرآنی آیت کے بھی

(۹۷)...۔الریاض النضرۃ، ۲/ ۳/ ۱۰۳. ۱۰۵

(۹۸)...۔فتح الباری، ۷/ ۱۹۴

(۹۹)...۔فتح الباری، ۷/ ۱۹۵

خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ اور قرآن کی کچھ آیات ابو طالب کے اسلام نہ لانے پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک آیت:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (التوبۃ: ۱۱۳)

ترجمہ کنزالایمان: نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں، جبکہ انہیں کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

دوسری آیت

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (۵۶)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کر دو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

ان دونوں آیتوں کا نُزول ابو طالب کے متعلق ہے بخاری مسلم وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔[۱۰۰]

پس رافضیہ کا قول مردود اور بے دلیل ہے، لیکن یہ جو کچھ بیان ہوا وہ صرف امر واقعی کے بیان اور تحقیقِ حق کی بنا پر تھا، ورنہ اس امر سے توقُّف اور خاموش رہنا اور اس کے امر کو عالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ جلّ شانہٗ کی طرف تفویض کرنا اولیٰ اور اَحسن ہے، کیونکہ ان کی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے قرابت تھی اور انہوں نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کفالت اور پرورش کی، ابو طالب

(۱۰۰)۔۔۔صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قصۃ ابی طالب، صفحہ ۹۵۰، الحدیث: ۳۸۸٤

کی وفات مکہ معظمہ میں ہوئی اور ان کی قبر مکہ کے معلی قبرستان میں واقع ہے اور وہاں ایک بڑا مقبرہ عام وخاص لوگوں میں قبہ ابی طالب سے مشہور ہے۔ (۱۰۱)

شانِ مرتضوی میں اقوال:

(1) ابن ابی سعد نے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: علی ہمارے اندر قضا (یعنی فیصلہ کرنے میں) میں بڑے ماہر تھے۔ (۱۰۲)

(2) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ اگر کوئی ہم سے علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا فتویٰ بیان کرتا تھا تو ہم اس کے قول سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ (۱۰۳)

(3) حضرت سعید بن مسیب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرمایا کرتے تھے: میں خدا تعالی کی اس مشکل مسئلہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس کے لئے ابو الحسن نہ ہو یعنی علی۔ (۱۰۴)

(4) حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان میں علی سنت نبی کے سب سے زیادہ عالم ہیں۔ (۱۰۵)

(5) مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو اسلام میں سبقت، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دامادی، حدیث نبویہ میں فقہ اور سمجھ، جنگ میں شجاعت اور مال میں سخا حاصل تھی۔

(6) حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی شان میں قرآن کریم کی تین سو آیات نازل ہوئیں۔ (۱۰۶)

---

(۱۰۱)...لیکن نجدی حکومت نے تمام قبے اور مزارات شہید کر دیے ہیں۔

(۱۰۲)...الطبقات الکبری، علی بن ابی طالب، جلد ۲، صفحہ ۲۵۸

(۱۰۳)...الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب علی، علی بن ابی طالب، ۳/ ۱۱۰٤

(۱۰٤)...الطبقات الکبری، علی بن ابی طالب، ۲/ ۲۵۸ مفهوماً

(۱۰۵)...التاریخ الکبیر للبخاری، باب الخاء، خجدب بن جرعب، ۳/ ۲۲۸، الرقم: ۷٦۷

(۱۰٦)...البدایۃ والنهایۃ، ۷/ ۳۹۵

(7) حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو اٹھارہ خصلتیں ایسی حاصل تھیں کہ اس امت میں سے کسی میں نہیں ہیں۔

(8) ابو یعلی نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: تحقیق علی کو تین ایسی خوبیاں عطا کی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے اس سے زیادہ پسند تھی کہ ملک عرب کا محبوب ترین مال سرخ اونٹ دیئے جائیں وہ تین خوبیاں یہ ہیں:

(۱) رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی مبارک کا نکاح، (۲) خیبر کے لئے جھنڈا کا عطا ہونا، (۳) آپ کو جنابت کی حالت میں مسجد سے گزر کر جانا جائز تھا۔ (۱۰۷)

(9) ابن سعید نے روایت کی کہ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ قرآن کی کون سی آیت نازل ہوئی اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ آیت رات میں نازل ہوئی یا دن میں، نرم زمین میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر۔ (۱۰۸)

کرامات ظاہرہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ

آپ کے لئے سورج غُروب ہونے کے بعد پھر واپس لوٹا، یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب پیغمبرِ خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور نبی مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عصر کی نماز ادا نہیں کی تھی۔ وحی اور صاحب وحی کے ادب کی وجہ سے اظہار نہ کیا کہ سورج غُروب ہو گیا، اس کے بعد رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معلوم ہوا کہ علی نے عصر کی نماز ادا نہیں کی ہے۔ تب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دعا مانگی: اے اللہ! علی تیری اور میری اطاعت میں مشغول تھے اس کے لئے سورج کو واپس کر دے، پس سورج واپس پلٹ آیا اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے عصر کی نماز ادا کی۔ (۱۰۹)

---

(۱۰۷)...الریاض النضرۃ، ۲/ ۳/ ۱۵۸

(۱۰۸)...الطبقات الکبری، علی بن ابی طالب، ۲/ ۲۵۷

(۱۰۹)...الریاض النضرۃ، ۲/ ۳/ ۱۴۰

اس حدیث کی علامہ طحاوی نے اور قاضی عیاض نے "شفا" میں تصحیح کی ہے اور شیخ الاسلام ابوزرعہ وغیرہ نے اس کی تحسین کی ہے اور لوگوں پر ردّ کیا ہے جو اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی دوسری کرامت یہ مروی ہے کہ آپ ایک حدیث ذکر فرمارہے تھے کہ مجلس کے حاضرین میں سے ایک شخص نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ بات اس طرح نہیں ہے۔ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ کیا میں تیرے حق میں اس تکذیب پر بددعا کروں؟ اگر تو جھوٹا ہے تو نابینا ہو جائے۔ ابھی وہ شخص مجلس سے نہ اٹھا کہ نابینا ہو گیا۔ (۱۱۰)

مسائل علمیہ حضرت علی كَرَّمَ اللهُ تعالیٰ وجهَهُ الكريم

آپ کے دَور میں دو شخص بیٹھے کھانا کھا رہے تھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ ایک تیسرے شخص کا وہاں سے گزر ہوا، تو اس کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ بٹھا لیا اور ان تینوں نے آٹھ روٹیاں کھائیں۔ فراغت کے بعد تیسرے شخص نے ان کو آٹھ درہم دیئے اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ان دونوں میں تنازعہ ہوا، اور پانچ روٹیوں والے نے تین روٹیوں والے سے کہا کہ میرے حصے کے پانچ درہم ہوتے ہیں اور تجھے تین درہم ملنے چاہئیں، تین روٹیوں والے نے کہا کہ مجھے چار درہم ملنے چاہئیں، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس فیصلے کے لئے گئے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے 3 روٹیوں والے سے فرمایا کہ تیرا رفیق جو کچھ تجھے دے رہا ہے اسے قبول کر، اس نے کہا کہ میں وہی لوں گا جو میرا شرعاً حق ہو گا۔ اس پر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا کہ تیرا حق صرف ایک درہم ہے۔ اس شخص نے پوچھا کہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا کہ تم تین شخص تھے اور مل کر آٹھ روٹیوں کو کھایا معلوم نہیں کہ تم میں زیادہ کس نے کھایا اور کس نے کم کھایا۔ تب مساوات پر حمل کر کے ہر ایک روٹی کو تین اشخاص پر تقسیم کیا جائے تو آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث (ٹکڑے) ہوتے ہیں۔ تینوں میں سے ہر ایک نے آٹھ آٹھ (ثلث) ٹکڑے کھائے ہیں اور پانچ روٹیوں والے کے

(۱۱۰)۔۔۔الریاض النضرة، ۲/ ۳/ ۲۰۱

پندرہ ٹکڑے ہوتے ہیں جب اس نے آٹھ ٹکڑے کھائے تو اس کے سات ٹکڑے رہ جاتے ہیں اور تم تین روٹیوں والے ہو تمہارے نو ٹکڑے ہوتے ہیں اور جب نو میں سے آٹھ ٹکڑے تم نے کھالئے تو باقی ایک ٹکڑا رہ جاتا ہے۔ لہذا سات درہم اس کے لئے ہیں جس کے سات ٹکڑے باقی رہے اور ایک درہم تیرے لئے ہے کیونکہ تیرا ایک ٹکڑا بچ گیا تھا۔ تب تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں شرع شریف کے فیصلے پر راضی ہوں۔(۱۱۱)

کہتے ہیں کہ ایک شخص کو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی خدمت میں لایا گیا اور بتایا گیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ وہ اپنی ماں کے سبب محتلم ہوا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو دھوپ میں کھڑا کرو اور اس کے سایہ پر تلوار مارو۔(۱۱۲)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں لیکن اختصار کی خاطر ان پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حالات حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

آپ کا اسم شریف فاطمہ ہے، اس لئے کہ حق تعالی نے آپ کو، آپ کی اولاد کو اور آپ کے مُحبّان کو دوزخ کی آگ سے چھٹکارا دیا ہے۔(۱۱۳) جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ نورانیت، تازگی اور اعضاء شریفہ کے رنگ کی روشنی کے سبب آپ کا لقب زہرا ہے۔ اور آپ کا ایک لقب بتول بھی ہے، اس لئے کہ اپنے زمانے کی عورتوں سے آپ دین، شرف اور حسب ونسب کی وجہ سے افضل اور ممتاز تھیں، یا اس لئے کہ آپ دنیا سے منقطع ہو کر حق سبحانہ وتعالی کی طرف رغبت کرتی تھیں۔(۱۱۴) آپ کی کنیت ام ابیہا یعنی اپنے باپ کی والدہ، اس کے دو معنی ہیں ایک

---

(۱۱۱)...۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، باب علی، علی بن ابی طالب، ۳/ ۱۱۰۵

(۱۱۲)...۔مصنف عبدالرزاق، کتاب الطلاق، باب الرجل یطلق فی المنام..الخ، ٦/ ٤١١، الرقم:١١٤٢٦

(۱۱۳)...۔شرح الزرقانی علی المواھب، تابع کتاب المغازی، الفصل الثانی، ٤/ ٣٣٢

(۱۱۴)...۔شرح الزرقانی علی المواھب، تابع کتاب المغازی، الفصل الثانی، ٤/ ٣٣٣

یہ کہ پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تعظیم وتوقیر کی وجہ سے ان کو امی کہہ کر پکارتے تھے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہ کا نام حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دادی کے نام پر رکھا گیا تھا، کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والد حضرت عبد اللہ کی والدہ کا نام بھی فاطمہ بنت عمر ہے اور دادی ماں کا حکم رکھتی ہے پس جب دادی کے نام پر اس کا نام رکھا گیا تو اس لحاظ سے اپنے والد کی ماں کہا گیا۔

فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا تمامی اہلِ بہشت عورتوں کی سیدہ اور سردار ہیں۔ جیسا کہ پہلے حدیث میں گزر چکا۔

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اور حضرت مریم بنت عمران والدۂ عیسی عَلَیْہِ السَّلَام کے درمیان علماء کا اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے ؟علامہ قرطبی تین دلائل کی بناء پر حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی فضیلت کے قائل ہوئے ہیں:

اول یہ کہ سیدہ مریم کی نبوت میں اختلاف ہے۔(حق یہ ہے کہ عورت منصبِ نبوت پر فائز نہیں ہو سکتی)

دوم یہ کہ حدیث کی بعض روایات میں حضرت مریم کی اس طرح استثنا آئی ہے کہ فاطمہ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں مریم کے سوا۔

سوم یہ کہ قرآن کریم میں حضرت مریم کی شان وارد ہوا ہے:

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ(۴۲) (اٰل عمران: ۴۲)

ترجمہ کنزالایمان: اور آج سارے جہاں کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔(۱۱۵)

جمہور کی رائے ہے کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے افضل ہیں، کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا افضل المخلوقات، حضور سرور کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا جزء ہیں، اور اصح قول یہ ہے کہ حضرت مریم نبیہ نہ تھیں، بلکہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تو ان کے نبیہ نہ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، اور حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے استثناء والی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی، باقی آیت کریمہ کا جواب یہ ہے کہ حارث بن ابی اسامہ نے اپنی ''مسند'' میں سند صحیح

(۱۱۵)...تفسیر القرطبی، سورۃ اٰل عمران، تحت الآیۃ: ٤٢، ٤/ ١٢٧

کے ساتھ ایک مُرسَل روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مریم اپنے دَور کی عورتوں سے بہتر ہے اور فاطمہ اپنے دور کی عورتوں سے بہتر ہے۔

اسی طرح ترمذی نے حضرت علی سے مرفوعاً روایت نقل کی۔ پس ان دو حدیثوں سے آیت کی تفسیر معلوم ہوئی کہ آیت میں ''عالمین'' سے مراد حضرت مریم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کا زمانہ ہے، تمام ازمنہ کے عالم اور جہان مراد نہیں، اور یہ معلوم ہے کہ یہ امت جملہ امتوں سے افضل ہے، کیونکہ اللہ ربّ العزّت نے فرمایاہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴿آل عمران:۱۱۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اس سے حضرت فاطمہ کی حضرت مریم پر فضیلت ظاہر ہوگئی، بہت سے مُحدّثین نے بھی حضرت فاطمہ کو حضرت مریم پر فضیلت دی ہے، جیسے کہ زرکشی، خیفری، مقریزی، سیوطی وغیرہم۔

علما کا اس میں اختلاف ہے کہ اس امت کی عورتوں میں کون افضل ہے؟ بعض حضرت فاطمہ کو افضل قرار دیتے ہیں تو بعض حضرت خدیجہ کو اور بعض حضرت عائشہ کو، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ ان تینوں اقوال کے دلائل بڑی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے ان کو ترک کیا گیاہے۔

علمانے کہا کہ ان تمام اقوال میں سے اقوی وارجح قول یہ ہے کہ اس امت کی تمام عورتوں سے حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا افضل ہیں، اس کے بعد حضرت خدیجہ اور اس کے بعد حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ۔

حصرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی حضرت علی سے شادی حق تعالیٰ کی وحی سے ہوئی اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کے درمیان نکاح مدینہ منورہ سے ہجرت کے بعد دوسرے سال میں ہوا۔ مہینے کی تعیین میں اختلاف ہے۔ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان تھا یہ چار اقوال ہیں۔ ان میں ارجح قول یہ ہے کہ صفر کے نصف میں ہوئی اور دونوں کے مابین عقد کرنے والے حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

بنفس نفیس تھے۔ عقد مذکور کے وقت حضرت فاطمہ کی عمر انیس سال اور نصف ماہ تھی۔ ایک قول ضعیف اور بھی ہے کہ حضرت علی کی اس وقت عمر چوبیس سال اور نصف ماہ تھی۔ (۱۱۶)
اور ان کے درمیان زفاف میں تاخیر ہوئی ہے، زفاف عقد کے بعد مدینہ منورہ میں ہجرت کے تیسرے سال میں ماہ ذی الحجہ میں ۹ مہینے اور نصف ماہ بعد میں ہوا۔
ان کے نکاح کی تفصیل کُتُب مُطوّلہ میں مذکور ہے یہاں مختصراً اِس پر اکتفا کیا ہے۔

حالات حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

آپ سیّد، کریم، حلیم، بے انتہا سخا اور جود کے مالک، باوقار، صاحب حیا، ہمدرد اور دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کی طرف راغب تھے۔ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کا نام حسن رکھا، حالانکہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے آپ کا نام حرب رکھا تھا۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان کا نام حسن ہے۔اسی طرح ان کے بعد آنے والے فرزند کا نام آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حسین رکھا (۱۱۷) اور یہ دونوں نام حسن اور حسین ان سے پہلے کسی کے نہ تھے۔ (۱۱۸)
آپ کی ولادت کے ساتویں روز حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کے عقیقہ میں دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا اور اس کے گوشت میں سے ایک ران اور ایک دینار دایہ کو دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت حسن کے بالوں کو منڈوایا اور سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور ان کا ختنہ کرایا اور یہ سب باتیں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حضرت حسن کے ساتھ محبت کی علامات ہیں۔
حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رفاقت میں سات سال اور ڈیڑھ ماہ کو پایا اور آپ نے پیدل ۲۰ حج کئے، راستہ میں کہیں بھی سوار نہ ہوئے حالانکہ سواری بھی ساتھ تھی، جب آپ کو یہ کہا جاتا تھا کہ آپ کیوں سوار نہیں ہوتے حالانکہ اتنی سواریاں موجود ہیں تو آپ جواب میں فرماتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ میری اس سے

---

(۱۱۶)...شرح الزرقانی علی المواھب، تابع کتاب المغازی، الفصل الثانی، ٤/ ٣٣٣ ملخصا
(۱۱۷)...مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ٢/ ١٥٩، الحدیث: ٧٦٩ مفھوماً
(۱۱۸)...فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ١/ ١٠٥، الرقم: ٩٣

ملاقات اس حالت میں ہو کہ اس کے گھر کی طرف پیدل نہ گیا ہوا ہوں۔ [۱۱۹] آپ لوگوں کے ساتھ صاحب خلق اور صاحب شفقت تھے۔

ایک حکایت مروی ہے کہ آپ کا خادم، آپ کے لئے دودھ کا پیالہ لے کر آیا، اس کا پاؤں پھسل گیا اور پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور گرم دودھ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دونوں رخسار مبارکہ پر پڑا۔ آپ نے خادم کی طرف تادیب (ادب سکھانے والی) کی نظر کی، اور یہ تعذیب یعنی ناراضگی اور سزا دینے والی نظر نہ تھی، یہ دیکھ کر خادم کی زبان پر یہ لفظ جاری ہوگئے: **وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ** غصہ پی جانے والے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: **کَظَمْتُ غَیْظِیْ** یعنی، میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ پھر خادم نے کہا: **وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ** اور لوگوں کو معاف کرنے والے، امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا: **قَدْ عَفَوْتُ عَنْكَ** یعنی تحقیق کہ میں نے تجھے معاف کیا، پھر خادم نے کہا: **وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن** یعنی اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے یہ سن کر فرمایا: میں نے تجھے خدا عزّوجلّ کے لئے آزاد کر دیا۔ [۱۲۰]

حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نہایت سخی تھے ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں اپنا سارا مال دو بار غریبوں کو دے دیا۔ اور تین بار اپنا نصف مال راہ خدا میں دیا۔ آپ ہر چیز آدھی اللہ کی راہ میں دے دیتے یہاں تک کہ ایک جوتی خدائے تعالی کی راہ میں دے دیتے اور ایک اپنے لئے رکھ لیتے، ایک موزہ خدا کی راہ میں دیدیتے اور ایک اپنے لئے رکھ لیتے۔ [۱۲۱]

حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی سخاوت کا ایک واقعہ ہے کہ ایک سائل سے سنا کہ وہ اپنے پروردگار عزّوجلّ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا آپ نے اس کو اپنے مال سے دس ہزار درہم عطا فرما

---

(۱۱۹)۔۔۔تاریخ ابن عساکر، الحسن بن علی ابن ابی طالب، ۱۳/ ۲۴۲

(۱۲۰)۔۔۔مذکورہ واقعہ کی مثل، حضرت سیّدنا امام زین العابدین کے بارے میں تاریخ ابن عساکر میں اور امام جعفر صادق کے بارے میں ابن جوزی کی "بحر الدموع" میں مروی ہے، واللہ تعالی اعلم

(۱۲۱)۔۔۔المنتظم فی تاریخ الملوك، الحسن بن علی ابن ابی طالب، ۵/ ۲۲۵

دیئے۔ [۱۲۲]

مروی ہے کہ ایک سائل آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کے پاس آکر اپنی حالت کو ظاہر کرنے لگا اور بیان کرنے لگا کہ وہ کس قدر دولت مند تھا لیکن فقیر ہو گیا اور اپنی دولت کے زوال کا قصہ سنایا۔ امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے فرمایا کہ اے سائل! تم اللہ کا نام لے رہے ہو اور مجھ پر تمہارا بڑا حق ہے۔ خدائے تعالیٰ کے بالمقابل بہت مال بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔ جس حق کے تم سزاوار ہو اس کی ادائیگی سے میرا ہاتھ عاجز ہے۔ میری ملکیت میں اتنا مال نہیں کہ تمہارے حق کو پورا کر سکے۔ اگر تم میرے مقدور پر راضی ہو اور قبول کرو تو میں اپنے مقدور بھر تم کو کچھ دے سکوں۔ تب سائل نے کہا اے فرزندِ رسول! میں اس کو قبول کروں گا۔ اور جو کچھ آپ دیں گے اس کا شکریہ ادا کروں گا اور جو آپ نہ دیں گے اس میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ حضرت امام حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس کے ساتھ حساب کیا اور ان سے فرمایا کہ حساب سے جو رقم فاضل ہے اس کو حاضر کرو: وکیل نے اس کو حاضر کیا اور یہ پچاس ہزار درہم تھے۔ پھر آپ نے وکیل سے فرمایا کہ وہ پانچ سو دینار کہاں گئے، جو تیرے پاس اس کے علاوہ پڑے تھے۔ اس نے کہا وہ بھی میرے پاس محفوظ رکھے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، اس رقم کو بھی حاضر کرو! اس وکیل نے ان دیناروں کو بھی حاضر کیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ دونوں رقمیں پانچ سو دینار اور پچاس ہزار درہم سائل کو دے دیئے۔

اور اس سے بڑی معذرت فرمائی کہ یہ تھوڑی رقم ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک بڑھیا عورت نے امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر طیار رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ کی دعوت کی۔ جب اس کی ضیافت سے فارغ ہوئے تو امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے اس کو ایک ہزار بکریاں عطا کیں اور امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اتنی ہی بکریاں عطا فرمائی اور عبد اللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

(۱۲۲)۔۔۔تاریخ ابن عساکر، ۱۳/ ۲۴۵

حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے خلافت چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے صلح فرمالی تھی، اور حضرت معاویہ ہر سال آپ کی بارگاہ میں ایک لاکھ درہم نذرانہ بھیجتے تھے۔

ایک سال کسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یہ رقم نہ بھیج سکے تو آپ پر بڑی تنگی کی صورت پیدا ہوگئی،(کیونکہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مال جمع نہ کرتے تھے بلکہ راہ خدا میں خرچ کردیتے تھے) اس پر امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے دوات طلب فرمائی تاکہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ پھر خط لکھنے کو موقوف رکھا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اے حسن! کیسے ہو؟ میں نے کہا: باباجان، بخیریت ہوں۔ اور میں نے آپ سے حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی تاخیر کی شکایت کی۔ اس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم نے اپنے جیسی مخلوق کی طرف حقیقت حال لکھنے کے لئے دوات کو طلب کیا تھا تاکہ تم اس کو یاد دلاؤ۔ میں نے کہا یارسول اللہ! پھر کیا کروں؟ پھر آپ نے فرمایا کہ تم اس دعا کو پڑھو:

اَللّٰهُمَّ اقْذَفْ فِيْ قَلْبِيْ رَجَاكَ وَاقْطَعْ رَجَائِيْ عَن مَّنْ سِوَاكَ حَتّٰى لَا أَرْجُوْا أَحداً غَيْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِيْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِيْ وَلَمْ تَنْتَه إِلَيهِ رَغْبَتِيْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِيْ وَلَمْ يَجْرِ عَلٰى لِسَانِيْ مِمَّا أَعْطَيْتَ أَحداً مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ مِنَ الْيَقِيْنِ فَخَصّنِيْ بِه يَا رَبَّ الْعَالَمِيْن

امام حسن فرماتے ہیں کہ میں اس دعا کو پڑھنے لگا۔ ابھی ایک ہفتہ بھی اس کو پڑھتے نہ گزرا کہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے میرے پاس پندرہ لاکھ درہم بھیجے اور میں خوش اور راضی ہوگیا اور میں نے کہا خدا عزّوجلّ کے لئے تعریف ہے جو وہ کسی کو فراموش نہیں کرتا اور نہ کسی کو ناامید کرتا ہے، جو اس سے دعا مانگتا ہے، اس کے بعد دوسری بار میں نے رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کیسے ہو اے حسن؟ میں نے کہا یارسول اللہ

خیریت سے ہوں اور گزشتہ تمام کیفیت کا اظہار کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! اس شخص کا حال ایسے ہی ہوتا ہے جو اپنے خالق جلّ جلالہٗ پر امید رکھتا ہے اور مخلوق سے امید کو قطع کرلیتا ہے۔ (۱۲۳)

حالات امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

آپ کا اسم مبارک حسین ہے۔ کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ذکی ہے، جب ان کی ولادت ہوئی تو نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان کا نام حسین ہے اور ان سے قبل ان کے والد نے ان کا نام حرب رکھا تھا۔ نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ان کا نام حسین ہے۔ (۱۲۴)

کہتے ہیں کہ ان کی ولادت کے ساتویں روز یہ نام رکھا گیا، جب ان کی ولادت ہوئی تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو اپنے پاس طلب فرمایا اور ان کے داہنے کان مین اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور ان کے تحنیک (گھٹی) بھی فرمائی یعنی آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کھجور چبا کر ان کے تالو میں لگائی اور اپنے لعاب مبارک کو ان کے دہن میں داخل فرمایا اور ان کے منہ پر بوسہ دیا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، ولادت کے ساتویں روز ان کے عقیقہ میں دو نر مینڈھوں کو ذبح فرمایا اور ان کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ فرمایا اور ان کا ختنہ کروایا۔

حضرت امام حسین نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مشابہ تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

حضرت امام حسین نے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی سے چھ سال اور پانچ مہینہ کی مدت کو پایا۔ اس لئے علما نے کہا ہے کہ امام حسن اور امام حسین دونوں صحابہ کرام میں داخل ہیں کیوں کہ اکثر محدثین کا اس پر اتفاق واقع ہوا ہے کہ جس نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پانچ سال کی عمر میں دیکھا، تو وہ صحابہ میں شمار کیا جائے گا۔ باقی اس سے کم عمر میں علماء کا اختلاف ہے۔

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سیدنا امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ جیسا کہ احادیث کے باب میں اس کا بیان گزر چکا ہے اور سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وفات تک ان سے

---

(۱۲۳)۔۔۔تاریخ ابن عساکر، الحسن بن علی ابن ابی طالب، ۱۳/ ۱۶۷

(۱۲۴)۔۔۔مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، جلد۲، صفحہ۱۵۹، الحدیث:۷۶۹ مفهوماً

راضی تھے اور حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم سب امام حسین کی بے حد تعظیم اور توقیر کرتے تھے۔ اور وہ اپنے والد گرامی حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے ساتھ جنگِ جمل اور جنگِ صفین وغیرہ جملہ جنگوں میں شریک تھے اور خدا جلّ شانہ کے عابدوں میں سے تھے۔

آپ کی عبادت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس حالت میں پچاس حج فرمائے کہ پیدل سفر فرماتے تھے اور کسی ایک حج میں بھی آپ سوار نہ ہوئے حالانکہ کئی سواریاں آپ کی خدمت میں حاضر تھیں۔

آپ بڑے سخی تھے آپ کی سخا کے کچھ اقوال ان کے بھائی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں گزر چکے ہیں۔ آپ لوگوں سے بڑے نرم گو تھے۔

روایت ہے کہ ایک دن امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا دونوں صحرا کی طرف نکل گئے، ان دونوں نے وہاں ایک بوڑھے میاں کو دیکھا کہ وہ وضو کر رہا ہے لیکن وضو کرنا نہیں جانتا تھا۔ تب امام حسن اور امام حسین دونوں نے باہمی گفتگو فرمائی کہ یہ شخص بوڑھا ہے اور وضو کرنا نہیں جانتا، ہم اس کو کس طرح کہیں کہ تم وضو کرنا نہیں جانتے۔ مبادا اس کہنے سے وہ ناراض ہو جائے۔ پس دونوں بھائیوں نے مل کر یہ طے کیا کہ اس بوڑھے کے پاس جائیں اور اس سے کہیں کہ ہم دونوں بھائی وضو کرتے ہیں اور تم عمر رسیدہ اور دانا ہو۔ تم ہم دونوں کو وضو سکھاؤ اس نے قبول کیا۔ یہ دونوں اس کے سامنے بیٹھ گئے اور وضو کیا اور ان سے کہنے لگے کہ اے بزرگ! تم ہمارے وضو کو دیکھ لو کہ ہم میں سے کون وضو کو اچھی طرح کر رہا ہے یہ کہہ کر دونوں نے بوڑھے کے سامنے وضو کیا اور وہ بوڑھا ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جب یہ دونوں وضو سے فارغ ہوئے تو بوڑھے آدمی نے کہا کہ تم دونوں نے بہت اچھی طرح وضو کیا لیکن میں اس سے پہلے وضو کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا اب میں نے وضو کو آپ سے سیکھ لیا ہے۔ (١٢٥)

حضرت فاطمہ زہرا، امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب اور فضائل بے شمار ہیں لیکن اختصار کی خاطر اس رسالہ میں اس پر اکتفا کیا۔

---

(١٢٥)۔۔۔۔مناقب امام الاعظم للکردری

حضرت فاطمہ زہرا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا کی فضیلت میں احادیث مرویہ کا بیان

حدیث:۲۴

بخاری و مسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سے روایت کی کہ رسول کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان سے فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہوتی کہ تم جملہ مؤمنوں کی عورتوں کی سردار ہو[۱۲۶]، ایک دوسری روایت میں ہے کہ تم سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہو۔[۱۲۷]

اس طرح ابو عمرو بن حصین نے، اور بخاری ہی کی دوسری روایت حضرت خدیجہ سے مروی ہے، جس میں آیا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔

امام احمد کی روایت میں ہے کہ فاطمہ جنتی عورتوں سے افضل ہے، اور اس لفظ میں افضلیت کے باب میں سیدہ سے زیادہ افضلیت کے معنی ہیں، کیونکہ اس میں افعل تفضیل کا صیغہ ہے، امام زرقانی نے "شرح مواہب" میں یہی فرمایا۔[۱۲۸]

حدیث:۲۵

بزار، طبرانی، ابو نعیم اور حاکم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق فاطمہ نے اپنے آپ کو گناہ کی آلائش سے پاک رکھا، پس اللہ تعالی نے اسے اور اس کی اولاد کو جہنم پر حرام فرمادیا۔[۱۲۹]

---

(۱۲۶)...۔صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامة النبوة فی الإسلام، صفحه ۸۹۲، الحدیث: ٣٦٢٤

(۱۲۷)...۔المستدرك، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم، جلد۳، صفحه ۱۷۰، الحدیث: ٤٧٤٠

(۱۲۸)...۔شرح الزرقانی علی المواهب، تابع کتاب المغازی، الفصل الثانی، ٤/ ٣٣٦

(۱۲۹)...۔مسند البزار، مسند عبدالله بن مسعود ٥/ ٢٢٣، الحدیث: ١٨٢٩

حدیث:۲۶

نسائی نے اپنی "سُنَن" میں روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: تحقیق میری یہ بیٹی حیض کی آلائش سے پاک ہے، اور اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس نے فطم (قطع) کیا ہے یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اور اس کے دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آلائش سے جدا کیا ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو اور اس کی اولاد کو دوزخ کی آگ سے جُدا کیا ہے۔

حدیث:۲۷

بخاری، ابویعلی، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فاطمہ اہلِ بہشت کی عورتوں کی سردار ہے۔[۱۳۰]

حدیث:۲۸

بخاری، مسلم اور دوسرے مُحدّثین نے حضرت مسور بن مخرمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ بنوہشام چاہتے تھے کہ علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ جویریہ سے نکاح کرلے جو کہ ابوجہل بن ہشام کی بیٹی تھی، جویریہ اسلام لائی تھیں اور صحابیہ تھیں، یہ بات حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو معلوم ہوئی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خطبہ پڑھا اور اس میں ارشاد فرمایا: تحقیق ہشام کی اولاد اس کی اجازت مانگتے ہیں کہ فاطمہ پر اپنی بیٹی کا نکاح علی کے ساتھ کردیں، میں اس کی اجازت نہ دوں گا، کیونکہ فاطمہ میرے گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جو چیز اس کو پریشان کرے گی وہ مجھے پریشان کرے گی، اور وہ میری تکلیف کا باعث ہوگی، جو اس کے لیے تکلیف کا باعث ہوگی۔[۱۳۱]

حدیث:۲۹

طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت علی

---

(۱۳۰)...۔قد مرّ سابقاً

(۱۳۱)...۔سُنَن ابن ماجة، کتاب النکاح، باب الغیرة، ١ / ٦٤٣، الحدیث: ١٩٩٨

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے فرمایا: اے علی! فاطمہ مجھے تجھ سے زیادہ دوست ہے اور تم مجھے فاطمہ سے زیادہ عزیز ہو۔ (١٣٢)

حدیث:٣٠

ابو بکر غیلانی نے کتاب ''الغیلانیات'' میں حضرت ابو ایوب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: قیامت کے دن آواز دینے والا عرش کے نیچے جو کہ مجمع عرصات کا ہے، لوگوں کو آواز دے گا، کہ تم اپنے سروں کو نیچے کرو، اور اپنی آنکھوں کو بند کرو کہ فاطمہ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا) صراط پر ستر ہزار فراخ چشم حوران بہشت کے ساتھ بجلی کی طرح گزر کر بہشت میں پہنچ جائیں۔ (١٣٣)

حدیث:٣١

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے فرمایا: مجھے جبریل نے یہ خبر دی ہے کہ مؤمنوں کی عورتوں میں سے کوئی عورت بھی اولاد کے شرف میں تجھ سے زیادہ نہیں، پس آپ کو چاہئے کہ مؤمنوں کی عورتوں سے صبر میں کم نہ رہو۔

حدیث:٣٢

ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چلنے، اٹھنے، بیٹھنے، کلام فرمانے میں کسی کو بھی فاطمہ سے زیادہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مشابہ نہ پایا، ان کا چلنا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چلنے کی طرح تھا، اور جب فاطمہ تشریف لاتیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کے لئے کھڑے ہو جاتے، ان کے سر پر بوسہ دیتے، اور ان

---

(١٣٢)...المعجم الکبیر، باب العین، مجاهد عن ابن عباس، ١١/ ٦٦، الحدیث:١١٠٦٣

(١٣٣)...الفوائد الشهیر بالغیلانیات، ٢/ ٨٠٣، الرقم:١١٠٩

کے نیچے اپنی چادر بچھاتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے، اور جب حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فاطمہ کے ہاں جاتے تو وہ بھی اسی طرح ادب و محبت کا اظہار فرماتیں۔[١٣٤]

حدیث:٣٣

ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کی، اور ترمذی نے اسے حسن کہا، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے اہل بیت میں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔[١٣٥]

حدیث:٣٤

بزار نے اپنی "مسند" میں حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فاطمہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے، کیونکہ اس کو میری وجہ سے صدمہ پہنچا ہے۔[١٣٦]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پردہ ظاہری کے وقت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تمام صاحبزادیوں میں سے صرف فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی حیات تھیں، تب حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا نے اس مصیبتِ عظمیٰ اور واقعۂ کبریٰ میں صبر کرنے کا شرف اپنی بہنوں سے زیادہ پایا۔

حدیث:٣٥

احمد اور ابو عمر بن عبد البر نے ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب حج اور عمرہ کے لیے سفر پر جاتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سب میں آخر میں حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے ہاں سے رخصت ہوتے، اور جب واپس تشریف لاتے تو اول تو مسجد میں تشریف لاتے اور دو

---

(١٣٤)۔۔۔سُنَن الترمذی، أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمة..إلخ، ٥/ ٧٠٠، الحدیث: ٣٨٧٢

(١٣٥)۔۔۔المستدرك علی الصحیحین، كتاب التفسیر، تفسیر سورة الاحزاب، ٢/ ٤٥٢، الحدیث: ٣٥٦٢

(١٣٦)۔۔۔۔ مسند البزار، مسند عائشة أم المؤمنین، ١٨/ ١٣٤

رکعت نفل ادا فرماتے، پھر فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے پاس تشریف لاتے، اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے ہاں جلوہ گر ہوتے۔ (١٣٧)

حدیث:٣٦

طبرانی اور ابن عاصم نے حضرت علی المرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فاطمہ سے فرمایا: اے فاطمہ! بے شک اللہ ربّ العزّت تمہارے غصّہ کرنے سے غصّہ فرماتا اور تمہاری رضا پر راضی ہوتا ہے۔ (١٣٨)

حدیث:٣٧

ابن سعد نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے روایت کی کہ مجھے رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خبر ارشاد فرمائی: جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص میں ہوں گا، اور تم اور فاطمہ اور حسن اور حسین۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے مُحِبّان کب داخل ہوں گے؟ ارشاد فرمایا: وہ تمہارے پیچھے داخل ہوں گے۔ (١٣٩)

اس حدیث میں دو طرح کا کلام ہے: (١) ایک یہ کہ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کی فضیلت میں جو حدیث میں وارد ہوئی ہے کہ میری اُمت میں پہلا شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ ابو بکر ہوگا، (١٤٠) اسی طرح حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے فضائل میں بھی حدیث وارد ہوئی کہ جنت میں پہلا داخل ہونے والا عمر ہوگا، ان تینوں احادیث کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ

(١٣٧)...۔المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب فاطمه بنت رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ٣/ ١٦٩، الحديث: ٤٧٣٩

(١٣٨)...۔المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب فاطمه بنت رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ٣/ ١٦٧، الحديث: ٤٧٣٠

(١٣٩)...۔المستدرك، كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب فاطمه بنت رسول الله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ٣/ ١٦٤، الحديث: ٤٧٢٣

(١٤٠)...۔فضائل الصحابه لأحمد بن حنبل، سئل عن فضائل ابی بكر، ١/ ٢٢١، الحديث: ٢٥٨

ابو بکر کے بہشت میں اول داخل ہونے سے یہ مطلب ہے کہ تمامی امت کی بہ نسبت اَوّلیت ہو گی، اور حضرت عمر کی اَوّلیت حضرت ابو بکر کے داخل ہونے کے بعد کی ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مُحِبّانِ اہلِ بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ اہلِ بیت کو دوست رکھتے ہیں اور تمامی صحابہ کرام کو بھی دوست رکھتے ہیں، جیسے اہلِ سنت و جماعت، نہ کہ وہ لوگ جو اہلِ بیت کی دوستی کا تو نعرہ لگاتے ہیں، لیکن صحابہ کرام سے دشمنی و بغض رکھتے ہیں، جیسا کہ رافضیہ اور شیعہ کے قبح کے دلائل بے شمار ہیں، لیکن حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَهُ الْکَرِیْم کا یہ لفظ ان کی قباحت کے لیے کافی ہے اور ان کی قباحت کے لیے وہ متعدّد اور بے شمار احادیث بھی کافی ہیں جو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مروی ہیں۔

ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو دار قطنی نے اپنی ''سُنَن'' میں حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اے علی! میرے بعد ایک جماعت پیدا ہو گی، جس کا نام ''رافضیہ'' رکھا جائے گا۔ اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کرنا کیونکہ تحقیق وہ مشرک ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ان کی علامت یہ ہے کہ تمہاری تعریف میں ایسی چیز سے افراط کریں گے کہ وہ تمہارے اندر نہ ہو گیا ور سلف کے حق میں طعن اور سبّ و شتم کریں گے۔(١٤١)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابو بکر و عمر کو گالی دیں گے۔(١٤٢)

یہ حدیث ''سُنَن دار قطنی'' کے سوا بہت سی حدیث کی کتابوں میں متعدّد اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

فضائل حسنین کریمین من احادیث سید الثقلین

ان احادیث کا بیان جو کہ حضرت حسن اور حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے متعلق ہیں

(١٤١)...۔علل دار قطنی، ومن حدیث سیدة العالمین، ١٥/ ١٨١

(١٤٢)...۔الشریعة للآجری، کتاب فضائل معاویه ..إلخ، باب ذکر ماجاء فی الرافضة..إلخ، ٥/ ٢٣/ ٢٥١٧، الرقم: ٢٠٠٨

حدیث:۳۹

بخاری اور مسلم نے حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو اس حالت میں دیکھا کہ حسن بن علی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے دوش مبارک پر سوار تھے اور آپ یہ فرماتے تھے: اے اللہ! بے شک میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ۔ (۱۴۳)

حدیث:۴۰

بخاری نے ابی بکرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم منبر پر جلوہ فرما تھے اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی ایک جانب میں تھے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کبھی ہم لوگوں کو دیکھتے اور کبھی حسن کو دیکھتے اور یہ فرماتے: بے شک میرا یہ بیٹا سیّد ہے اور امید ہے کہ اس سے حق تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (۱۴۴)

اس حدیث میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے لئے بڑا معجزہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دی اور چالیس سال کے بعد یہ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ جب خلافت کے متعلق حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا کے مابین جنگ چھڑی اور حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے دیکھا کہ جنگ میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگا تو آپ نے سیدنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے صلح کرلی اور خلافت کو اُن کے حوالے کر دیا۔ نبیِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے صدق اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے معجزے کے ظہور کے لئے دلیل ہے۔ یہ صلح بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ہجرت کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔ اسی طرح "سیرتِ شامیہ" وغیرہا میں آیا ہے۔ (۱۴۵)

---

(۱۴۳)...سُنَن الترمذی، أبواب المناقب، ٥/ ٦٦١، الحدیث: ٣٧٨٢

(۱۴۴)...صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، صفحہ ۸۹۲، الحدیث: ٣٦٢٩

(۱۴۵)...سُبل الھدی والرَّشاد، الباب الحادی عشر، العاشر: فی بیعتہ وخروجہ الی معاویۃ، ١١/ ٦٧

حدیث:41

بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی شان میں فرمایا: یہ دونوں دنیا میں میرے لئے ریحان یعنی خوشبو ہیں۔ (146)

حدیث: 42

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق حسن اور حسین دونوں بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (147)

اس حدیث کو ابو سعید کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ نے روایت بیان فرمایا ہے۔ اس لئے علمائے حدیث نے اس حدیث کے متواتر ہونے کا حکم کیا ہے۔ حسنین رضی اللہ عنہما کا یقین کے ساتھ جنتی ہونے کا حکم بیان فرمایا گیا ہے۔

حدیث:43

ابن عساکر نے حضرت علی اور عبد اللہ بن عمرو سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن حویرث سے اور حاکم نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین اہل بہشت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے افضل ہے۔ (148)

حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں اور افضلیت میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔ یہ نبی

---

(١٤٦)...۔صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، صفحہ ٩٢٠، الحدیث:٣٧٥٣

(١٤٧)...۔المستدرک ، کتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب الحسن والحسین..إلخ، ٣/ ١٨٢، الحدیث:٤٧٧٩

(١٤٨)...۔المستدرک ، کتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب الحسن والحسین..إلخ، ٣/ ١٨٢، الحدیث:٤٧٧٩

رحمت ﷺ کی نص سے ثابت ہوتی ہے۔

حدیث:۴۴

احمد، ترمذی اور دوسرے مُحدّثین نے حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے پاس آج رات ایسا فرشتہ آیا، جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا ہے اور اس نے آج اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ وہ میری زیارت کے لئے آئے اور مجھ پر سلام کہے، حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو اجازت دے دی، تب اس نے آکر میری زیارت کی مجھے سلام کیا اور مجھے خوشخبری سنائی کہ بے شک حسن اور حسین دونوں اہلِ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔(۱۴۹)

حدیث:۴۵

ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حسن اور حسین دونوں بھائی آپ ﷺ کے پاس آئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! بے شک میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان دونوں کو دوست رکھتے ہیں۔(۱۵۰)

حدیث:۴۶

ترمذی نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: اہلِ بیت میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن اور حسین۔ حضور اکرم ﷺ سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے

(۱۴۹)...المعجم الکبیر، مسند النساء، من مناقب فاطمة، ۲۲/ ٤٠٢، الحدیث: ١٠٠٥

(۱۵۰)...سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن..إلخ، ٥/ ٦٥٦، الحدیث: ٣٧٦٩

دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، جب ان کو بلایا جاتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کو سونگھتے تھے اور ان کو اپنے مبارک بدن سے لگاتے اور معانقہ کرتے تھے۔ (۱۵۱)

حدیث:۴۷

حاکم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امام حسن کو کاندھے پر سوار کئے ہوئے آرہے تھے کہ راستے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک شخص ملا جس نے کہا کہ اے بیٹے !کیا ہی اچھی سواری ہے جس پر سوار ہو کر تم جا رہے ہو، تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ سوار بھی نہایت ہی اچھا ہے۔ (۱۵۲)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جس شخص کی راستے میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ملاقات ہوئی تھی وہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ تھے، اس روایت میں یہ الفاظ زائد آئے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امام حسن اور امام حسین دونوں کو اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ایک کو داہنے کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر، حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے کہا کہ اے بیٹو !تمہاری سواری بہت اچھی ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں۔

حدیث:۴۸

ابن سعد نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت کی فرماتے ہیں کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو امام حسن اور حسین سب سے زیادہ پیارے تھے، میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ ایسی حالت میں آتے تھے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سجدہ میں ہوتے تھے اور وہ آکر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گردن مبارک یا پیٹھ پر سوار ہو جاتے تھے اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان کو نہیں اُتارتے تھے، جب تک کہ وہ خود نہیں اُترتے تھے۔ (۱۵۳)

---

(۱۵۱)...سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن..إلخ، ٥/ ٦٥٧، الحدیث: ٣٧٧٢

(۱۵۲)...المستدرك، کتاب معرفة الصحابة، ومن مناقب الحسن والحسین..إلخ، ٣/ ١٨٦، الحدیث: ٤٧٩٤

(۱۵۳)...ذخائر العقبی، ذکر توثبهما علی ظهر النبی ﷺ..إلخ، ص، ٢٢٨

اس طرح کی حدیث کو ابو نعیم نے اپنی ''کتاب حلیہ'' میں حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے روایت کیا ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل عَلَیۡہِ السَّلَام آسمان سے نازل ہوتے اور اپنے پَر رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم پر رکھتے تاکہ آپ سر مبارک کو سجدہ سے نہ اٹھائیں یہ حضرت امام حسن اور حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا کی فضیلت اور منقبت کا کمال ہے۔

حدیث:۴۹

ابو القاسم بغوی نے محمد بن عبد الرحمٰن ابی لیلیٰ سے، اور انہوں نے بعض اصحابِ نبی سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ آئے۔ وہ کبھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی مبارک پشت پر بیٹھتے تھے، تو کبھی پیٹ پر، اتنے میں انہوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ ہم نے ان کو اُٹھانا چاہا اور یہ کہا کہ تم نے یہ کیا کیا، تو نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، پھر پانی منگوایا اور اپنے کپڑوں پر ڈالا اور ہم نے کپڑوں کو دھویا۔ (۱۵۴)

حدیث:۵۰

بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں سیدنا انس بن مالک سے اور ابن سعد نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں سے حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ (۱۵۵)

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ (۱۵٦)

اور دونوں حدیث کے جمع کرنے اور اختلاف دُور کرنے کی وہ صورت ہے جو ایک تیسری روایت میں آیا ہے جس کو ترمذی نے حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجۡہَہُ الۡکَرِیۡم سے روایت کیا ہے

(١٥٤)...۔ذخائر العقبی، ذکر ماورد من النزو علی ظهر رسول الله ﷺ..إلخ، ص، ۲۲۹

(١٥٥)...۔ذخائر العقبی، ذکر شبههما بالنبی ﷺ، ص، ۲۲۱

(١٥٦)...۔صحیح البخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، صفحه ۹۲۱، الحدیث:۳۷٤۸

کہ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بدن کے نصفِ اعلیٰ میں زیادہ مشابہت رکھتے تھے، یعنی اس میں جو اعضاء داخل ہیں جیسے سر، چہرہ، ناک، سینہ، بطن، اور بازو وغیرہ اور امام حسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بدن کے نچلے حصہ میں زیادہ مشابہت رکھتے تھے، یعنی ان کے اعضاء میں جیسے پنڈلی، قدم وغیرہ میں۔ یہ جمع کرنا اَحسَن اور اکمل ہے۔(۱۵۷)

حدیث:۵۱

ابن سعد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کے لئے اپنی زبان کو نکالتے تھے اور جب امام حسن زبان کی سرخی کو دیکھتے تو اس کی طرف مائل ہوتے تھے۔(۱۵۸)

حدیث:۵۲

حاکم نے زہیر بن ارقم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا منبر پر کھڑے خطبہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام میں سے ایک شخص حضرت امام کے خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو گئے اور کہا کہ بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس حالت میں دیکھا کہ امام حسن کو اپنے آغوش میں لے کر فرما رہے تھے کہ جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے تو وہ اس کو دوست رکھے اور یہاں اس مجلس میں جو حاضر ہیں وہ اس بات کو غائب یعنی مجلس سے غیر حاضر لوگوں تک پہنچائے۔ پھر اس مذکورہ صحابی نے کہا کہ اگر میں امام حسن کے متعلق رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اس کرامت اور تعظیم کو نہ دیکھتا تو اس کا کسی سے ذکر نہ کرتا۔(۱۵۹)

---

(۱۵۷)...۔سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن..إلخ، ۵/ ٦٦٠، الحدیث:۳۷۷۹

(۱۵۸)...۔الطبقات الکبری، متمم الصحابه، الطبقة الخامسة، ذکر ماقال رسول اللہ ﷺ فی الحسن،،إلخ، ۱/ ۲۵۰

(۱۵۹)...۔المستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة،۳/ ۱۹۰، الحدیث:٤٨٠٦

حدیث:٥٣

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے حضرت حسن بن علی کی شان میں فرمایا: اے اللہ! بے شک میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس تو اس کو دوست رکھ اور اس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔

ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے جب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کی زبان (مبارک) سے یہ فرمان سنا تو اس کے بعد میرے لئے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔(١٦٠)

حدیث:٥٤

بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے ساتھ باہر آیا اور آپ یہود قینقاع کے بازار میں آئے یہ یہودی مدینہ منورہ میں سکونت پذیر تھے، اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم سیدہ فاطمہ کے گھر کی طرف لوٹے اور پوچھا: کیا یہاں لڑکا ہے؟ یعنی امام حسن رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ، پس معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمہ امام حسن رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کو نہلا رہی تھیں، جب فارغ ہوئیں تو ان کو قرنفل کا گلوبند (١٦١) پہنایا اور تھوڑی دیر نہ ہوئی کہ امام حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کے سینہ مبارکہ سے لگ گئے۔ حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یا اللہ بے شک میں اس کو دوست رکھتا ہوں اور تو بھی اس کو دوست رکھ؛ اور اس کو بھی دوست رکھ جو اس کو دوست رکھتا ہے۔(١٦٢)

حدیث:٥٥

حافظ سلفی نے ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں کہ میں جب بھی امام حسن بن علی کو دیکھتا ہوں تو میری دونوں آنکھیں اس لئے آنسو بہاتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ

---

(١٦٠)۔۔۔صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب السخاب للصبیان، صفحہ ١٤٨٥، الحدیث:٥٨٨٤

(١٦١)۔۔۔گلے میں باندھنے والا پٹکا، یا رومال

(١٦٢)۔۔۔أیضاً

ﷺ مسجد میں بیٹھے تھے اور مجھے فرمایا کہ میرے بیٹے یعنی امام حسن کو میرے پاس لاؤ، میں نے ان کو بلایا وہ دوڑتے ہوئے آرہے تھے اور آکر رسول اللہ ﷺ کی آغوش میں گر پڑے، رسول اللہ ﷺ ان کے لب کو اپنے لب سے لگاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا! مَیں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور اُس کو بھی دوست رکھ جو اِس کو دوست رکھے اس طرح تین بار یہ جملہ دھرایا۔

حدیث :۵۶

احمد نے اہل بیت کے مناقب میں اور ترمذی نے حضرت علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہے وہ ان دونوں کو یعنی حسن اور حسین کو بھی دوست رکھے گا، اور ان دونوں کے والد یعنی علی اور والدہ کو بھی دوست رکھے گا اور قیامت کے دن وہ میرے ساتھ ہو گا۔ (۱۶۳)

حدیث:۵۷

طبرانی نے سیدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ عَنْهَا سے روایت کی، فرماتی ہیں: مَیں حسن اور حسین کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں آپ کے آخری مرض میں لے گئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں، ان دونوں کو اپنے خصائل میں سے کسی چیز کا وارث بنائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری ہیبت اور سیادت حسن کے لئے ہے اور شجاعت اور سخاوت حسین کے لئے ہے۔ (۱۶۴)

حدیث:۵۸

ترمذی اور طبرانی نے حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنْهُ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن اور حسین کی شان میں فرمایا: یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے

---

(١٦٣)...۔سنن الترمذی، أبواب المناقب، باب علی ابن أبی طالب ..إلخ، ٥/ ٦٤١، الحدیث:٣٧٣٣

(١٦٤)...۔المعجم الکبیر، مسند النساء، زینب بنت ابی رافع، عن فاطمه، ٢٢/ ٤٢٣، الحدیث:١٠٤١

اللہ! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ اور ان لوگوں کو بھی دوست رکھ جو ان کو دوست رکھتے ہیں۔ (۱۶۵)

حدیث:۵۹

ابو داؤد نے مقدام بن معد یکرب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: یہ دونوں مجھ سے ہیں یعنی حسن، حسین پسرانِ علی رضی اللہ عنہم۔ (۱۶۶)

حدیث:۶۰

ابن عساکر نے مقدام بن معد یکرب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے۔ (۱۶۷)

حدیث:۶۱

ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلیٰ بن مرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ خدا تعالیٰ اس شخص کو دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے اور یہ بھی فرمایا کہ حسن اور حسین اسباط میں سے سبط ہیں۔ (۱۶۸)
یعنی ان میں سے ہر ایک بمنزلہ عظیم جماعت کے ہے، جماعتوں میں سے تمام خوبیوں اور کمالات میں سے۔

حدیث:۶۲

ترمذی نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے اہلِ بیت میں سے مجھے زیادہ محبوب (اور پیارے) حسن اور حسین (۱۶۹)

---

(۱۶۵)...المعجم الصغیر، من اسمه، ۱/ ۳۳۲، الحدیث: ۵۵۱
(۱۶۶)...فقیر کو بعینہ یہ روایت نہیں ملی، البتہ اسی مضمون کی کئی احادیث رسالہ ہذا میں گزر گئیں۔
(۱۶۷)...تاریخ ابن عساکر، الحسن بن علی بن أبی طالب، ۱۳/ ۲۱۹، الرقم: ۳۲۲۲
(۱۶۸)...سُنَن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب ابی محمد ..إلخ، ۵/ ۶۵۸، الحدیث: ۳۷۷۵
(۱۶۹)...سُنَن الترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن..إلخ، ۵/ ۶۵۷، الحدیث: ۳۷۷۲

حدیث:۶۳

احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین کو دوست رکھا، پس تحقیق اس نے مجھ کو دوست رکھا اور جس نے ان دونوں کو دشمن رکھا پس تحقیق اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔(۱۷۰)

حدیث:۶۴

ابو یعلیٰ نے جابر رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جو کوئی یہ پسند کرے کہ وہ اہلِ بیت کے جوانوں (کے سردار) کی طرف نظر کرے تو وہ حَسن کی طرف نظر کرے۔ ابن حبان اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ سے روایت کی اور بعینہ ان الفاظ کو امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کی شان میں کہا۔(۱۷۱)

حدیث:۶۵

احمد ترمذی اور حاکم نے عبد اللہ بن زبیر سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جو چیز اس کے لیے ایذاء کا باعث ہوگی، اس سے مجھے ایذاء ہوگی، اور جو چیز اسے غصّہ دلائے گی، وہ مجھے غصّہ دلائے گی۔(۱۷۲)

سیدہ فاطمہ، امام حسن اور امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنۡہُم کے فضائل اور مناقب میں مزید احادیث بھی بے شمار ہیں، لیکن اختصار کے لئے میں نے اس پر کفایت کی۔

---

(۱۷۰)...سُنَن ابن ماجه، المقدمة، فضل الحسن و الحسین..إلخ، ۱/ ۵۱، الحدیث:۱۴۳

(۱۷۱)...فقیر کو یہی روایت "مسند ابی یعلی" سے حضرت حسین کے متعلق اور ابن عساکر سے حضرت حسن کے متعلق ملی ہے: تاریخ ابن عساکر، ۱۳/ ۲۰۹،.....مسند أبي یعلی، مسند جابر، ۳/ ۳۹۷

(۱۷۲)...المستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، ۳/ ۱۷۳، الحدیث:۴۸۰۶

باب پنجم (۱۷۳)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت سیدنا امام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کی ولادت، وفات، ان کی عمر کی مدّت کا بیان اور ان کے مقابر کی جگہوں کا ذکر اور ان کی اولاد کی تعداد کا بیان۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم کا ذکر

آپ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ بتاریخ ۱۳ رجب المرجب، کو ہوئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ تیس سال تھی۔ یہ صحیح قول ہے اور آپ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے اکتالیسویں سال میں اسلام لائے، اس قول پر کہ حضرت علی کی اسلام لانے کے وقت عمر دس سال تھی۔

پس یہی "اصح" قول ہے، اسی طرح زرقانی نے "شرح مواھب لدنیہ" میں کہا ہے اور حضرت علی کی شہادت ہجرت کے چالیسویں سال، ماہ رمضان میں واقع ہوئی۔

اس میں اختلاف ہے کہ شہادت کی تاریخ ۱۷/ یا ۱۹/ یا ۲۱/ یا ۲۴ رمضان ہے۔ یہ چار قول ہیں ان میں سے ارجح قول یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۹ تاریخ رمضان المبارک کو ہوئی۔ اسی لئے علامہ ابن کثیر نے کتاب "البدایہ والنہایہ" میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ ۱۹ تاریخ کا قول ہمارے ہاں اثبت اور محکم ہے انتہیٰ۔

آپ کی شہادت کے واقعہ کی تفصیل بڑی کُتُب میں مذکور ہے یہاں اختصار کی خاطر اس کو موقوف رکھا گیا۔

آپ کی عمر معتمد قول پر ۶۳ سال تھی، ابن کثیر نے کتاب "البدایہ والنہایہ" میں کہا ہے

---

(۱۷۳)۔۔۔حضرت علی شیر خدا اور آپ کی اولاد پاک کے بارے میں یہ بیان الرّیاض النّضرہ لمحبّ الدین الطبری، جلد ۳، الباب الرابع، میں بالتفصیل اور آسان انداز میں ذکر کیا گیا ہے، تفصیل کے لیے اصل کتاب کی جانب رجوع فرمائیے۔

کہ آپ کی عمر کے بارے میں مشہور قول یہی ہے اگرچہ بعض علماء نے اس سے زائد بھی کہا ہے، انتہیٰ۔

اسلام سے قبل دس سال، اس کے بعد مکہ معظمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دس سال، پھر مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے ساتھ دس سال، اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا زمانہ معتمد قول پر پانچ سال سے تین ماہ کم ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر مبارک کہاں ہے اس میں پانچ اقوال ہیں:

اول یہ ہے کہ آپ کی قبر دار الخلافہ کوفہ میں ہے۔ جہاں آپ کی زندگی اور خلافت کے دور میں سکونت تھی۔

دوم یہ کہ آپ کی قبر جامع مسجد کوفہ کی پشت پر ہے۔

سوم یہ کہ آپ کی قبر نجف میں ہے اور یہ معروف قریہ ہے حیرہ اور کوفہ کے درمیان۔

چہارم یہ کہ منقول ہے کہ کوفہ میں دفن کے بعد آپ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے جسد مبارک کو نکال کر لے گئے اور مدینہ منورہ میں بقیع میں دفن کیا، جہاں حضرت عباس کی قبر ہے اور اس پر قبہ ہے۔(۱۷۴)

پنجم یہ کہ بعض نے کہا ہے کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن آپ کے جسد مبارک کو کوفہ سے نکال کر مدینہ منورہ میں دفن کرنے کے لئے اونٹ پر لے جا رہے تھے کہ راستہ میں اونٹ غائب ہو گیا، پھر معلوم نہ ہو سکا کہ اونٹ جنازہ کے ساتھ کہاں چلا گیا۔ اس لئے ایران والے کہتے ہیں کہ حضرت علی ابرہ میں ہیں۔

ان پانچ اقوال میں سے مشہور قول نجف والا ہے جو تیسرا ہے۔

حضرت علی کی اولاد اکیس ۲۱ بیٹے اور تیئیس ۲۳ بیٹیاں تھیں۔ اور بیٹوں میں سے مشہور ۱۶ ہیں جن کے اسمائے گرامی مذکور ہوں گے۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے بیٹوں میں:

(۱۷٤)۔۔۔۔ اور یہ قبے سعودی تسلّط ہونے کے بعد انہوں نے مسمار کر دیئے۔

(۱) ایک امام حسن ہیں تکبیر کے صیغہ کے ساتھ یعنی بغیر تصغیر کے، اور یہ آپ کی تمام اولاد میں بڑے تھے۔(۲) دوم امام حسین تصغیر کے صیغہ کے ساتھ، جو امام حسن سے چھوٹے تھے۔(۳) سوم مُحَسِّن میم کو پیش حاء مہملہ کو فتح اور سین مہملہ مکسورہ کو شدّ دی جائے، ان کی امام حسن اور امام حسین کے بعد ولادت ہوئی اور صغر سنی میں وفات پائی۔

یہ تینوں بیٹے سیدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کے بطن اطہر سے تھے۔

علامہ زرقانی نے ''شرح مواہب'' میں کہا ہے کہ امام احمد نے اپنی ''مسند'' میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ سے روایت کی کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا پھر رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے کہا حرب نام رکھا ہے، آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے کہا کہ اس کو حسن کہو۔ پھر جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو ان کا نام بھی حرب رکھا گیا، نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم آئے اور ان کے نام کے متعلق دریافت کیا میں نے کہا کہ ان کا نام حرب ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا اس کو حسین کہو پھر جب محسن پیدا ہوئے تو ان کا نام بھی میں نے حرب رکھا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم آئے اور ان کے نام کے متعلق پوچھا میں نے حرب بتایا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس کا نام مُحَسِّن ہے پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بیٹوں کا نام حسن، حسین اور مُحَسِّن رکھے ہیں۔ جس طرح سیدنا ھارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کے نام شبر، شبیر اور مُشَبِّر رکھے تھے۔ زرقانی کا کلام ختم ہوا۔(۱۷۵)

(۴) چوتھے بیٹے محمد اکبر جو کہ ابن الحنیفہ کے نام سے مشہور ہیں، اور ان کی والدہ خولہ بنت قیس بن جعفر ہیں، جو کہ بنی حنیفہ کی مولاۃ (آزاد کردہ باندی) تھی، اس لئے ان کا بیٹا ابن حنفیہ کے نام سے مشہور ہو گیا، کہتے ہیں کہ خولہ سیاہ فام تھی اور سندھی عورت تھی یعنی ملک سندھ سے آئی تھی۔ (۵) پانچواں عبید اللہ تصغیر کے صیغے کے ساتھ، (۶) چھٹا ابو بکر ان دونوں کی والدہ لیلیٰ بنت معوذ نہشلی ہے، (۷) ساتواں اکبر، (۸) آٹھواں عثمان، (۹) نواں جعفر،

(۱۷۵)...۔مسند احمد، مسند علی بن أبی طالب، ۲/ ۱۵۹، الحدیث: ۷۶۹ مفهوماً

(۱۰) دسواں عبد اللہ اکبر، صیغہ تکبیر سے، ان چاروں کی والدہ اُمّ البنی بنت حرام ہے، جو کہ بنی کلاب سے تھی۔

(۱۱) گیارہواں محمد اصغر، ان کی والدہ اُمّ ولد تھی اور یہ چھ حضرات یعنی ابو بکر، عباس، عثمان، جعفر، عبد اللہ اصغر اور محمد اصغر، حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے ساتھ واقعہ کربلا میں شہید ہوئے ہیں۔ (۱۲) بارہواں یحیٰ، (۱۳) تیرھواں عون، اور ان دونوں کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ (۱۴) چودھواں عمر اکبر، ان کی والدہ ام حبیب بنت زمعہ جو کہ بنی تغلب قبیلہ سے تھی اور اہلِ درت کی دوسری عورتوں کے ساتھ قید ہو کر آئی تھیں۔ (۱۵) پندرہواں محمد اوسط، ان کی والدہ امامہ بنت ابی العاص تھیں اور یہ امامہ نبی رحمت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی سیدہ زینب کی بیٹی ہیں۔ امامہ کا تفصیل کے ساتھ بیان حضرت زینب بنت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیان میں آئے گا۔

(۱۶) سولہواں عباس اصغر اور باقی پانچ صاحبزادوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی نسل صرف پانچ بیٹوں سے باقی رہی ہے۔

امام حسن، امام حسین، محمد بن حنیفہ، عمر اکبر اور عباس اکبر رضی اللہ عنہم، انکی اولاد اور اعقاب کی تفصیل بہت ہے اختصار کی خاطر اس پر اکتفا کیا ہے۔

حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی بیٹیاں یہ ہیں:

(۱) اُمّ کلثوم کبریٰ، (۲) زینب کبریٰ، ان دونوں کی والدہ سیدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ہیں اور امام حسن اور امام حسین کی یہ دونوں حقیقی بہنیں ہیں۔

حضرت علی نے اُمّ کلثوم کبریٰ کا نکاح حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے اس وقت کیا جب یہ صغیرہ تھیں اور بلوغت کے بعد حضرت عمر سے ایک بیٹا "زید" نامی اور بیٹی "رقیہ" نامی پیدا ہوئی۔ لیکن ان سے کوئی اولاد باقی نہ رہی۔ حضرت اُمّ کلثوم حضرت عمر کی شہادت تک ان کے ساتھ رہیں اور اس کے بعد زید اور ان کی والدہ اُمّ کلثوم کی وفات ایک ہی دن میں واقع ہوئی۔ علامہ زرقانی نے "شرح مواہب لدنیہ" میں اسی طرح تصریح فرمائی ہے۔

باقی حضرت زینب کبریٰ سے حضرت علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے برادر زادہ عبد اللہ بن جعفر نے نکاح کیا اور ان سے چار بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: علی، عباس، عون اور محمد اور بیٹی کا نام اُمِّ کلثوم ہے۔

حضرت زینب بنت فاطمہ کی کافی اولاد باقی رہی ہے اور ان کے لئے شرف اور فضیلت ہے۔ لیکن ان کی فضیلت اور شرف امام حسین اور امام حسن رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا کی اولاد کے فضل اور شرف کے برابر نہیں ہے۔ حضرت زینب حیات رہیں یہاں تک کے کربلا میں امام حسین کے واقعہ کو پایا اور ان کے ساتھ تھیں۔

(۳) رقیہ، یہ عمر اکبر کی حقیقی بہن ہیں (۴) اُمِّ الحسن (۵) رملہ کبریٰ، ان دونوں کی والدہ اُمِّ سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی ہے (۶) اُمِّ ہانی (۷) میمونہ (۸) رملہ صغریٰ (۹) زینب صغریٰ (۱۰) اُمِّ کلثوم صغریٰ (۱۱) فاطمہ (۱۲) امامہ (۱۳) خدیجہ (۱۴) اُمِّ الکرام (۱۵) اُمِّ الخیر (۱۶) اُمِّ سلمہ (۱۷) اُمِّ جعفر (۱۸) جمانہ (۱۹) نفیسہ (۲۰) نقیہ، اُمِّ ہانی سے نقیہ تک ان سب کی مائیں متفرق لونڈیاں (اُمِّ ولد) تھیں (۲۱) جارشہ ان کی والدہ محیاۃ بنت امرء القیس بن عدی تھیں، (۲۲) فاختہ (۲۳) اَمۃ اللہ، ان دونوں آخری بیٹیوں کی ماؤں کے نام اور اوصاف معلوم نہ ہو سکے۔

یہ ان کا خلاصہ اور حاصل ہے جس کو علامہ محب طبری نے "ریاض النضرہ" میں اور علامہ عامری نے "ریاض مستطاب" میں اور حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں اور دوسرے علماء نے بیان کیا ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی سیدہ فاطمہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے جملہ اولاد پانچ تھی، تین بیٹے امام حسن، امام حسین، امام مُحسِّن اور دو بیٹیاں، سیدہ اُمِّ کلثوم اور سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہم۔

صاحب "سیرتِ شامیہ" نے لیث بن سعد سے جو کہ اپنے عصر کے مُحدّثین کے امام تھے، نقل کیا ہے کہ حضرت علی کو سیدہ فاطمہ سے ایک تیسری بیٹی بھی تھی۔ جس کا نام رقیہ تھا، انتہی۔

لیکن علامہ نسابہ محمد بن حسین مکی شریف حسنی اپنے رسالہ " تحفۃ الطالب" میں اور خواجہ محمد پارسا نے "فصل الخطاب" میں کہا ہے کہ رقیہ اور اُمّ کلثوم جن کا سیدہ فاطمہ کی بیٹیوں میں شمار ہوا ہے وہ ایک ہی ہے۔ یعنی ایک شخصیت ہے اور جن کا نام رقیہ اور کنیت اُمّ کلثوم تھی۔

ذکر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

آپ کی ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۵ویں سال میں ہوئی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے کا زمانہ تھا۔ علامہ عامری نے "ریاض مستطاب" میں اشارہ کیا ہے کہ یہ قول صحیح ہے۔

پس اس قول پر حضرت علی کی عمر سیدہ فاطمہ سے پانچ سال زیادہ ہوتی ہے اور سیّدہ فاطمہ، اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عمر میں بڑی تھیں، کیونکہ سیّدہ عائشہ کی ولادت بعثت کے چوتھے سال میں ہوئی، اسی طرح زرقانی کی " شرح مواہب" میں بھی ہے۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ کے بعد ہوئی اور یہ منگل کی رات تاریخ سوم ماہ رمضان ہجرت کے گیارھواں سال تھا، اس طرح سیدہ فاطمہ کی تمامی عمر ۲۸ سال اور ۷ ماہ ہوتی ہے اور صاحب "مواہب لدنیہ" نے کہا ہے کہ آپ کی عمر انیتس سال تھی۔ انتہی۔

یہ دونوں قول باہم متقارب ہیں اور سیدہ فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ بیٹیوں میں سے اصح قول کے مطابق عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ اسی طرح علامہ زرقانی نے " شرح مواہب لدنیہ" میں تصریح فرمائی ہے۔

فضل اور شرف کے لحاظ سے آپ ان سب سے بڑی تھیں۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

ترجمہ کنزالایمان: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ (المائدۃ:۵ / ۵۴)

سیّدہ فاطمہ کی قبر کی جگہ میں اختلاف ہے۔ اس میں تین اقوال ہیں:

(۱) ایک یہ ہے کہ آپ کہ قبر بقیع میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے میں ہے۔
(۲) دوسرا قول آپ کی قبر بقیع میں اس جگہ پر ہے جس کو مسجد فاطمہ کہتے ہیں اور اس کا نام ”بیت الاحزان“ (دکھوں کا گھر) بھی ہے۔
(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کے گھر میں ہی ان کی قبر ہے اور یہ مکان رسول کریم ﷺ کے حجرہ شریفہ میں داخل ہو گیا ہے اور وہ لکڑی کے بنے ہوئے محراب کے اندر واقع ہے اور یہ محراب حجرہ مبارکہ کے پشت کی طرف واقع ہے، یعنی شامی دروازے کی طرف، علامہ طرابلسی اور ابن جماعہ نے اپنے ”مناسک“ میں کہا ہے کہ یہ تیسرا قول تمام اقوال میں اظہر اور صواب کی طرف اقرب ہے۔ انتہی۔
اور علامہ ابن ھمام نے ”فتح القدیر“ میں کہا ہے کہ یہی قول اظہر ہے۔ انتہی۔

ذکر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۱۷۶)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہجرت کے تیسرے سال، پندرہ رمضان المبارک کو ہوئی۔ آپ نے شہید اور مظلوم ہو کر وفات پائی اور یہ شہادت زہر سے ہوئی جو کہ یزید بن معاویہ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی کی طرف بھیجا تھا، جس کا نام جعدہ بنت اشعث بن قیس تھا اور یزید نے امام حسن کو زہر دینے کے عوض میں جعدہ کو ایک لاکھ درہم بھی بھیجے تھے اور جعدہ سے یہ بھی طے ہوا تھا کہ اگر وہ امام حسن کو زہر دیدے اور اس سے امام حسن کی وفات ہو جائے تو اس کے بعد اس سے نکاح بھی کرے گا۔
جعدہ نے یہ کام کیا اور امام حسن رضی اللہ عنہ چالیس روز تک بیمار رہے اور اس کے بعد آپ نے وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد جعدہ نے یزید کی طرف وعدۂ نکاح کے وفا کے لئے پیغام بھیجا، لیکن یزید نے وعدہ کی وفا نہ کی اور اس نے یہ کہا کہ جب تو نے امام حسن سے وفا نہ کی تو

(۱۷۶)۔۔۔۔ حضرت امام حسن کی سیرت، اولاد پاک، اور مناقب کا جامع بیان، ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے، لہذا تفصیلات کے لیے، البدایہ والنہایہ، جلد۸، سنة تسع و اربعین، کی طرف رجوع فرمائیے۔

میرے ساتھ کس طرح وفا کرے گی۔ امام حسن کی وفات جمعہ کی رات، ۵ ربیع الاول کو ہوئی اور یہی قول صحیح ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ غرا محرم [۱۷۷] میں ہوئی اور تیسری روایت ہے کہ ماہ صفر کی ۲۹ ویں تاریخ میں ہوئی، اسی طرح سال وفات میں بھی اختلاف ہے کہ وہ سال ۴۹ تھا یا ۵۰ یا ۵۱ علامہ ابن کثیر نے کتاب ”البدایہ والنہایہ“ میں کہا ہے کہ سال ۴۹ مشہور قول ہے۔ انتہیٰ۔

مشہور قول پر آپ کی عمر ۴۵ سال پانچ ماہ اور بیس دن تھی، ان میں سے قبل از خلافت ۳۵ سال اور نیم سال تھے اور چھ ماہ آپ کی خلافت کے ہوئے اور باقی ساڑھے نو سال مدینہ منوّرہ میں اقامت فرمائی اور آپ کی خلافت کی مدت چھ ماہ اور بارہ دن رہی۔ اس کے بعد خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو اس صلح کی بنا پر عطا کی جو ان کے مابین واقع ہوا تھا۔ صلح کے کچھ حالات اور تاریخ اس سے پہلے تیسرے باب میں چالیسویں حدیث کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی اور قبر مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں ہے، جس پر بڑا مقبرہ ہے، جو کہ خاص وعام لوگوں میں معروف ہے۔ اور اس میں چار قبریں اور ہیں، علماء نے کہا ہے کہ اس مقبرے میں امام حسن، حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور زین العابدین علی ابن امام حسین اور زین العابدین کے پہلو میں ان کے بیٹے محمد باقر مدفون ہوئے اور محمد باقر کے پہلو میں ان کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم مدفون ہوئے۔

امام حسن کی اولاد ۲۳ بیٹے اور ۸ بیٹیاں تھیں۔

فرزندان امام حسن

(۱) محمد اصغر (۲) جعفر (۳) حمزہ، یہ تینوں صغر سنی میں فوت ہو گئے (۴) محمد، ان کی وجہ سے آپ کی کنیت ابو محمد تھی (۵) زید (۶) حسن، صیغہ تکبیر کے ساتھ جن کا لقب مثنیٰ ہے (۷) اسماعیل (۸) یعقوب (۹) ابو بکر (۱۰) عبد اللہ اکبر (۱۱) حسین، تصغیر کے صیغہ کے

(۱۷۷)۔۔۔۔ محرم کی پہلی تاریخ

ساتھ جن کا لقب اشرم ہے (۱۲) عبد الرحمٰن (۱۳) عَمرو، عین کو زیر اور میم کو سکون (۱۴) طلحہ (۱۵)عبد الرحمٰن اصغر (۱۶) علی اکبر (۱۷) علی اصغر (۱۸) عقیل (۱۹) احمد (۲۰) عبید اللہ، بصیغۂ تصغیر (۲۱) عُمَر، عین کو پیش اور میم کو زبر (۲۲) قاسم (۲۳) ابراہیم۔

رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

امام حسن کی نسل صرف دو صاحبزادوں سے باقی رہی۔ ایک زید، دوم حسن مثنٰی اور باقی بیٹوں سے کوئی نسل باقی نہیں ہے۔ زید اور حسن مثنٰی کی اولاد و اعقاب کی تفصیل بہت ہے، اختصار کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا گیا۔

باب ششم

سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کے سوا باقی صُلبی اولاد کے بیان میں [۱۷۸]

سلطان دوجہاں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہزادگان

جاننا چاہیئے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صُلبی دو صاحبزادے تھے، (۱)ایک حضرت قاسم اور (۲) دوسرے حضرت ابراہیم رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا۔ ان دو بیٹوں کے سوا باقی بیٹوں کے متعلق پانچ اقوال ہیں:

(۱)ایک قول یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تین بیٹے تھے، تیسرے کا نام حضرت عبد اللہ ہے جن کی قاسم اور ابراہیم کے درمیان ولادت ہوئی۔ ان کے تین نام تھے عبد اللہ، طیب، اور طاہر، یہ تین صاحبزادوں والا قول اصح ہے جیسا کہ " مواهب لدنيه" میں کہا ہے اور علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اکثر اہلِ نسب کا یہی قول ہے اور حافظ دار قطنی نے کہا ہے کہ یہ قول اثبت ہے۔

(۱۷۸)۔۔۔ سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اولاد اطہار کا یہ بیان " شرح الزرقانی علی المواهب" اور " سُبل الهدیٰ والرَّشاد معروف به سیرت شامی"، سے لیا گیا ہے،، لہذا تفصیل لیے ،شرح الزرقانی علی المواهب، باب ذکر اولاده الکرام، اور سبل الهدی والرشاد کی جلد ۱۱، کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمائیں، اس رسالہ میں ان جزئیات کی الگ الگ تخریج، نہیں کی گئی۔

(۲) بعض چار بیٹے کہتے ہیں، (۳) بعض پانچ، (۴) بعض سات، (۵) جبکہ بعض نے تو آٹھ کا قول بھی کیا ہے۔

یہ آخری چاروں اقوال ضعیف ہیں ان میں سے صحیح وہی قولِ اول ہے، کہ آپ کے تین بیٹے تھے۔ اس لئے ہم نے بھی اس رسالہ میں اسی صحیح (قول) پر تفصیل لکھی، کیونکہ قول صحیح کے مقابلہ میں اقوال ضعیفہ معتبر نہیں ہیں۔

رحمت عالمیان ﷺ کی شہزادیاں

آنحضرت ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، اسی عدد پر علماء کا اتفاق ہے اور کسی عالم کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔

(۱) اول: حضرت زینب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا، اصح قول پر یہ آنحضرت ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی ہیں جیسا کہ اس کے بعد یہ بیان آئے گا،

(۲) دوم: سیدہ رقیہ، (۳) سوم: سیدہ ام کلثوم، (۴) چہارم: سیدہ فاطمہ جو کہ اصح قول پر نبی کریم ﷺ کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی تھیں، جیسا کہ اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے، رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ۔

آپ ﷺ کی سب اولاد کرام بیٹے اور بیٹیاں حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے بطن اطہر سے ہے۔ سوائے شہزادۂ محترم حضرت سیدنا ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے، کہ وہ آپ ﷺ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کے بطن اقدس سے، مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور باقی سب کا مکہ معظمہ میں تولُّد ہوا۔

حضور نبی رحمت ﷺ کی حضرت سیدتُنا خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا سے اولاد کی ولادت کی ترتیب میں چار سے زیادہ اقوال ہیں۔

صاحب سیرت شامیہ نے زبیر بن بکار سے جو کہ علمِ اَنساب کا علامہ ہے، نقل کیا ہے کہ پہلے حضرت قاسم کی ولادت ہوئی، پھر سیدہ زینب، ان کے بعد حضرت عبد اللہ جنہیں طیّب

اور طاہر بھی کہتے ہیں، انکے بعد سیّدہ اُمّ کلثوم ، پھر سیدہ فاطمہ اور ان کے بعد سیدہ رقیہ کی ولادت ہوئی۔ "سیرت شامی "کی تحقیق پوری ہوئی۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

زرقانی نے "شرح مواہب لدنیہ" میں ابن الکلبی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے سیدہ زینب کی ولادت ہوئی، پھر حضرت قاسم ، پھر سیّدہ اُمّ کلثوم، ان کے بعد سیدہ فاطمہ، پھر سیدہ رقیہ اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ۔ شرح مواہب کی تحقیق ختم ہوئی۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن

ان دونوں اقوال پر آنحضرت ﷺ کی بیٹیوں میں سب سے چھوٹی سیّدہ رقیہ ہوں گی۔

سیرت حلبیہ میں کہا ہے کہ بعض روایات میں سیّدہ رقیہ کی ولادت سیّدہ اُمّ کلثوم سے پہلے بتائی گئی ہے۔ انتہٰی۔

علامہ زرقانی نے "شرح مواہب "میں ابو عمر بن عبد البر سے نقل کیا ہے کہ اصح قول کے مطابق سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ انتہٰی۔

اس قول پر سیّدہ رقیہ کا تولد سیّدہ فاطمہ سے پہلے ہو گا۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

علماء نے کہا ہے کہ سیّدہ خدیجہ کے ہر ایک فرزند کی درمیانی مدتِ فرصت ایک سال تھی اور تمام اولاد میں سیّدہ خدیجہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی دایہ سلمٰی (سین مہملہ کو زبر اور لام ساکن) ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کی مولاۃ (آزاد شدہ باندی) ہیں اور سلمٰی کی کنیت اُمّ رافع تھی اور یہ سلمٰی رسول کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ابو رافع کی بیوی تھیں۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی اولاد میں سے ہر ایک کے لئے عقیقہ فرمایا اور ہر ایک بیٹے کے لئے دو نر مینڈھوں کو ذبح فرمایا۔ باقی اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم کے سوا آنحضرت ﷺ کی باقی اولاد کی ولادت قبل از بعث ہوئی یا بعثت کے زمانہ میں ہوئی۔

علامہ محمد اسحٰق نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم کے سوا باقی تمامی اولاد کی ولادت زمانہ بعثت سے پہلے ہوئی۔ اسی طرح (سوائے حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے) صاحبزادوں کی وفات مکہ مکرمہ میں

بعثت سے پہلے ہوئی۔ باقی آپ کی صاحبزادیاں بعثت کے زمانہ تک سب حیات رہیں اور سب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ انتہی کلام ابن اسحاق۔ (۱۷۹)
زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ آپ کی تمامی اولاد کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی، لیکن مشہور قول پہلا ہے۔

شہزادوں کی کچھ تفصیل

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

یہ آپ ﷺ کے تمام بیٹوں میں بڑے ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ سیدہ زینب آپکی تمام بیٹیوں سے بڑی ہیں، اصح قول پر اور قاسم اور زینب کے مابین اختلاف ہے کہ دونوں میں سے اول کس کی ولادت ہوئی ارجح قول یہ ہے کہ سیدنا قاسم کی پہلے ولادت ہوئی ہے، پھر سیدہ زینب کی، علامہ زرقانی نے "شرح مواہب "میں کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے۔
آنحضرت ﷺ کی کنیت ابوالقاسم آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کی وجہ سے تھی اور حضرت قاسم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وصال فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم ہی رخصت ہوئے، اور ان کی وفات بلا اختلاف صِغر سنی میں ہوئی۔
لیکن علماء کا حضرت قاسم کی عمر میں چند قول پر اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت قاسم گھوڑے، اونٹ پر سوار ہونے کی عمر کو پہنچے تھے، بعض کم اور بعض زیادہ بھی کہتے ہیں۔ درست وہی ہے جو پہلے گزرا۔ اور ان کی وفات میں بھی اختلاف ہے کہ بعث سے قبل ہوئی یا بعد میں جیسا کہ "مواہب لدنیہ" اور اس کی "شرح "نے ان دونوں کو نقل کیا ہے۔
حضرت قاسم کی قبر شریف مکہ کے قبرستان میں ہے اور یہ جو عوام النّاس میں مشہور ہے کہ ان

(۱۷۹)۔۔۔سیرۃ ابن اسحاق، باب زواج النبی خدیجة و اولادہ

کی قبر طائف میں ہے یہ قول غیر ثابت اور بے اصل ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ

پہلے مذکور ہوا کہ ان کے تین نام تھے اور ان کی ولادت اور وفات دونوں مکہ میں ہوئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عبد اللہ کی ولادت اور وفات بعثت سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ یہ اختلاف ان کے بھائی حضرت قاسم کے متعلق بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے

حضرت عبد اللہ کی وفات بلا اختلاف صِغر سِنی میں ہوئی۔ لیکن آپ کی عمر معلوم نہ ہو سکی اس لئے کہ اس دَور میں تواریخ لکھنے کا اہتمام کمتر تھا اور ان کہ وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔ جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو دفن فرمایا اور دفن سے واپس لوٹے تو اس وقت آپ کے کوئی دوسرا بیٹا نہ تھا۔ تب عاص بن وائل جو بنو سہم قریش قبیلہ سے تھا، مکہ کے دوسرے سردارانِ کفار سے کہنے لگا کہ آج محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ابتر ہو گئے۔ یعنی ان کی نسل منقطع ہو گئی۔ اس پر حق تعالیٰ نے سورۂ کوثر کو اس وقت نازل کیا اور اس میں فرمایا:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾ (الکوثر: ۳/۱۰۸)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

یعنی عاص جو آپ کا دشمن ہے وہ ہی مُنقطعُ النَّسل ہے، اس لئے کہ نسل کی بقا کا مقصد بقا اور ثنائے حسن ہے اور ہم نے تیرے ذکر اور ثناء کو باقی چھوڑا قیامت تک اور عاص باقی نہ رہے گا اور اس کو کوئی نہ جانے گا، نہ پہچانے گا۔ اگر اس کا کوئی بھی بیان کرے گا تو کفر اور شرک کے اوصاف قبیح کے طور پر کرے گا۔

یہ جو کچھ مذکور ہوا سیدہ خدیجہ کی اولاد کا ذکر تھا لیکن نفسِ سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے فضائل اور مناقب کا بیان اور باقی ازواج مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کا بیان ایک الگ رسالہ میں لکھا گیا ہے اور اس رسالہ کا نام رکھا گیا ہے:

"البَاقیاتُ الصّالحات فی ذِکر الأزوَاج الطَّاھِرات"

جو کوئی اس کے جاننے کی خواہش کرے تو وہ اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ولادت کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اولاد ہیں۔

سیدہ ماریہ قبطیہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا سے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی تھیں۔

باتفاق علماء حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت، ہجرت کے چھٹے سال، ذی الحجہ میں، مدینہ منورہ سے باہر مقام عالیہ پر ہوئی، یہ مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہے، جہاں بنو النضیر کے (اموال) کھجور کے باغات تھے اور یہ باغات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو ملے تھے۔۔یہ مکان آج کل "مسربہ ماریہ" کے نام سے مشہور ہے اور مسربہ بالاخانہ کو کہتے ہیں۔جب یہ فقیر (مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رَحمۃُ اللہِ تعالیٰ عَلَیہ)سال گیارہ سو چھتیس 1136ھ، میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا، تو اس زمانہ میں اس مکان مبارک کی زیارت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذٰلك وعلیٰ جمیع نعمائه

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ سلمیٰ تھی ،جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی اولاد کی دایہ تھی۔جب سلمیٰ کے شوہر ابورافع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا ابراہیم کی ولادت کی بشارت سنائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت پر ابورافع کو ایک غلام عطا کیا اور سیدنا ابراہیم کی ولادت سے ساتویں روز ان کا عقیقہ کیا اور ان کے عقیقہ میں دو مینڈھوں کو ذبح فرمایا اور اس روز ان کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر صدقہ فرمایا اور بالوں کو زمین میں دفن کرایا۔سر مونڈنے والے ابو مہند مشہور صحابی ہیں اور بنی بیاض قبیلہ کے انصاری تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادے کا ساتویں دن "ابراہیم" نام رکھا۔بعض کہتے ہیں کہ پہلے ہی دن نام رکھا اور عقیقہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابراہیم کو دودھ پلانے کے لئے ام سیف کے حوالہ کیا،اور یہ اُمّ سیف صحابیہ تھیں،اور ابوسیف صحابی کی بیوی تھیں اور ابوسیف لوہار کا کام کرتے تھے۔ اُمّ سیف سیدنا ابراہیم کو دودھ پلاتی تھیں اور ابوسیف ان کی خدمت و کفالت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آتے تھے اور سیدنا ابراہیم کو

اٹھاتے تھے اور گود میں بٹھاتے تھے اور ان کو بوسہ دیتے تھے اور کمال شفقت سے سونگھتے تھے اور سیدنا ابراہیم وفات تک اُمّ سیف اور انکے شوہر کے یہاں ہی رہے، حضرت ابراہیم کی وفات ہجرت کے دسویں سال، بروز منگل، ۱۰ ربیع الاول کو ہوئی۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ماہ رمضان میں پردہ فرمایا۔

پہلے قول پر ان کی عمر چودہ ماہ اور چند روز ہوتی ہے۔ اور دوسرے قول پر بیس ماہ اور چند دن ہوتی ہے۔ بعض روایات میں کم اور زیادہ بھی آیا ہے۔

جب سیدنا ابراہیم وفات کے قریب تھے تو رسول اللہ ﷺ اُمّ سیف کے گھر آئے اور اپنے ساتھ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بھی لائے تھے۔ حضرت ابراہیم کو گود میں لیا اور حضرت ابراہیم نے آپ ﷺ کی گود ہی میں وفات پائی۔ جب ان کی وفات واقع ہوئی تو آپ کی آنکھیں اشک بار ہوئیں اور فرمایا: اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی میں غمگین ہیں۔ یہ دیکھ کر سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ بھی گریہ فرماتے ہیں، حالانکہ آپ نے گریہ سے منع فرمایا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے آنکھ کے آنسو بہانے سے منع نہیں کیا، یہ تو رحمت کا اثر ہے بلکہ میں نے نیاحت سے (نوحہ کرنا) ہاتھ کو رخساروں پر مارنے اور پیراہن کی جیب اور کپڑے پھاڑنے سے روکا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم کے غسل اور تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا اور حضرت ابوبردہ نے جو کہ قبیلۂ انصار سے اور حضرت براء بن عازب کے ماموں تھے، ان کو غسل دیا اور ابوبردہ کا نام ہانی ہے۔ ان کے غسل میں حضرت ابوبردہ کے ساتھ حضرت فضل بن عباس آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی بھی شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی، جس میں چار تکبیریں فرمائیں جیسا کہ اس کو ابویعلیٰ اور ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے، اور ان کا جنازہ مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کی طرف چھوٹی چارپائی پر اٹھایا گیا، یہ چارپائی ان کی دودھ پلانے والی حضرت اُمّ سیف کی تھی اور ان کے دفن کے لئے حضرت فضل، اور اسامہ بن زید دونوں قبر میں داخل ہوئے اور آنحضرت

ﷺ قبر کے کنارے پر جلوہ افروز تھے اور دفن کے بعد صحابہ کو حکم فرمایا کہ پانی کی مشک قبر پر چھڑکائیں اور یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی ڈالا گیا، اس سے فقہانے قبر پر پانی ڈالنے کے لئے لکھا ہے۔

حضرت ابراہیم کی قبر مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں ہے۔اور اس پر بڑا قبہ تعمیر شدہ ہے۔[۱۸۰] جو کہ خاص وعام میں قبۂ ابراہیم کے نام سے مشہور ہے اور اس قبہ میں دوسرے چھ صحابۂ کرام کی قبریں بھی ہیں:

(۱) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، (۲) حضرت سعد بن ابی وقاص، یہ دونوں عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، (۳) حضرت عبد اللہ بن مسعود، جو کہ خلفاءِ اربعہ کے بعد بڑے صحابی اور افقہ تھے۔

(۴) حضرت عثمان بن مظعون، جو کہ سرکار دوعالم ﷺ کے رضاعی بھائی تھے، (۵) خنیس بن حذافہ سہمی، جو کہ قریش بنو سہم سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے نکاح سے پہلے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالی عنہا کے شوہر تھے۔ ان کی وفات، جنگ بدر میں زخمی ہونے کے بعد ہوئی، ان کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ سے نکاح فرمایا۔

(۶) حضرت اسعد بن زرارہ، یہ انصار میں سے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم کی والدہ فاطمہ بنت اسد کی قبر بھی اسی قبّہ میں ہے۔

فضائل ومناقب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

آپ کی فضیلت میں وہ روایت کافی ہے جس کو ابن ماجہ، بیہقی اور دوسرے مُحدّثین نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے اور ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ سے اور اسماعیل سدی نے حضرت انس سے روایت کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ابراہیم میرے بعد زندہ ہوتے تو پیغمبر ہوتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(۱۸۰)۔۔۔افسوس! سعودی حکومت نے ان نفوس قدسیہ کے قبے شہید کرنے کے ساتھ سات قبور مبارکہ بھی مسمار کردیں۔

اسی حدیث کی طرح امام احمد نے اپنی کتاب ''مسند'' میں ، حضرت عبد اللہ بن اَبی اَوفی سے موقوفا روایت کی ہے، لیکن یہ موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ امر غیب کی خبر ہے اور علامہ زرقانی نے ''شرح مواہب ''میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور متعدّد طُرُق سے مروی ہے، اور یہ جو نووی نے اس حدیث کے وضع اور عدم ثبوت کا حکم لگایا ہے وہ غیر معتمد ہے۔زرقانی کا کلام پورا ہوا۔

سرکار دوجہاں کی شہزادیوں کی بابت کچھ تفصیل

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا

اصح قول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ صاحبزادیوں سے بڑی تھیں، جیسا کہ پہلے گزرا، ان کی ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۲۳ ویں سال، بعثت سے دس سال پہلے ہوئی۔

ابن اسحاق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمامی اولاد شریف بعثت سے پہلے پیدا ہوئی ہے جبکہ زبیر بن بکار کا قول اس کے خلاف ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے زمانہ اسلام کو پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح سیدہ خدیجہ کی بہن کے بیٹے سے کیا، جن کی کنیت ابو العاص مشہور ہے اور ان کا نام لقیط بن ربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور یہ ابو العاص قریشی عبشمی تھے اور سیدہ زینب کے خالہ کے بیٹے ہیں، کیونکہ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنت خویلد اور سیدہ زینب کی والدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد دونوں بہنیں ہیں۔ سیدہ زینب ، ابو العاص کے ساتھ مکہ معظمہ میں ایک مدت تک رہیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت فرمائی اور یہ آپ کی عمر شریف کے ترپن سال ماہ صفر کے آخر یا ماہ ربیع الاول کے اوائل کا واقعہ ہے۔ پس سیدہ زینب نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس وقت تک میسر نہ ہوئی یہاں تک کہ ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان میں غزوۂ بدر کا واقعہ ہوا۔ ابو العاص مکہ کے دوسرے کفار کے ساتھ غزوۂ بدر میں آئے، اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو

فتح اور نصرت عطا فرمائی، اور ابو العاص مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور نبی کریم ﷺ نے ان پر احسان فرما کر بغیر فدیہ ان کو آزاد فرمایا اور ان سے یہ وعدہ لیا کہ سیدہ زینب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دیں گے، ابو العاص نے اس کو قبول کیا، پس جب وہ مکہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو جو کہ آنحضرت ﷺ کے آزاد شدہ غلام تھے اور ایک دوسرے صحابی کو بھی بھیجا اور یہ دونوں مکہ آئے اور ابو العاص نے سیدہ زینب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور یہ دونوں صحابی سیدہ زینب کو مکہ سے مدینہ لے آئے۔ سیدہ زینب اس سفر میں اونٹ پر سوار تھیں اور مدینہ منوّرہ میں غزوہ کے بعد ایک ماہ یا زیادہ کی مدت میں مدینہ پہنچیں اور اس کے بعد ابو العاص کچھ مدت مکہ معظمہ میں رہے اور اس کے بعد مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور ہجرت کے چھٹے یا ساتویں سال میں اسلام لے آئے۔ معتمد قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب کا ابو العاص سے جدید نکاح کرا کر ان کو واپس کیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ اول نکاح کی وجہ سے ان کو واپس کیا۔ پہلا قول ارجح ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت سیدنا ابو العاص سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹے کا نام علی رکھا، جو کہ حالتِ سفر میں فوت ہوئے اور بلوغت کے قریب تھے۔ اس لئے شارح زرقانی نے "شرح مواھب" میں کہا ہے کہ علی مذکور صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں انتہیٰ۔ یہ اس لئے کہ جو کوئی صحبت شریفہ میں زمان بلوغ کے قریب ہو اس پر یقیناً صحابیت کا حکم کیا جائے گا اور علی مذکور اس وقت رسول کریم ﷺ کے ردیف تھے، جس وقت آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے روز مکہ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے اس کے بعد علی مذکور نے وفات پائی اور ان کی وفات انکی والدہ سیدہ زینب کی وفات کے بعد اپنے والد سیدنا ابو العاص کی زندگی میں ہوئی۔

سیدنا زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی اُمامہ ہیں، ان کو رسول اللہ ﷺ نماز کے وقت اپنے دوش مبارک پر اُٹھاتے تھے اور جب رکوع فرماتے تھے تو ان کو زمین پر بٹھاتے تھے اور جب سجدہ

سے اٹھتے تھے تو پھر ان کو اپنے کندھے پر اُٹھاتے تھے۔ نماز کی حالت میں اس فعل کے جواز میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ فعل، رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خصائص میں سے ہے (کوئی دوسرا ایسا نہ کرے) اور دوسرے علماء نے اس کے متعدّد جواب دیئے ہیں۔

حضرت اُمامہ نے اپنی خالہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کی وفات کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے نکاح کیا تھا اور حضرت فاطمۃ الزہرا نے اس نکاح کی حضرت علی کو وصیت کی تھی، لیکن سیّدہ اُمامہ کو حضرت علی سے کوئی فرزند پیدا نہ ہوا، اس لئے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی حضرت زینب کی نسل سے کوئی اولاد باقی نہ رہی۔ حضرت زینب رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کی وفات ہجرت کے آٹھویں سال کے شروع میں مدینہ میں ہوئی اور ان کو اُمّ عطیہ نے غسل دیا۔ یہ اُمّ عطیہ مدینہ منورہ کی غاسلہ تھیں۔ ان کے غسل میں اُمّ ایمن، اُمّ عطیہ اور سودہ بنت زمعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ بھی حاضر ہوئیں اور نمازِ جنازہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امامت کی اور قبر میں ان کو دفنانے کے لئے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور سیّدہ زینب کے شوہر حضرت ابو العاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ داخل ہوئے۔ ان کی قبر مدینہ منورہ کے بقیع قبرستان میں اس قبہ کے اندر ہے جو اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ اور سیّدنا عقیل رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا کے قبوں کے درمیان ہے، قبہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تین صاحبزادیوں کی قبریں سیدہ زینب، سیّدہ ام کلثوم، سیدہ رقیہ ہیں۔[(۱۸۱)]

سیّدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کا بیان پانچویں باب میں تفصیل سے ہو چکا ہے اس لئے یہاں اس کے اعادہ کو موقوف رکھا گیا۔

احوال سیدہ رقیہ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا

حضرت رقیہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عمر کے ۳۳ویں سال میں حضرت زینب کی ولادت سے تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے کیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح بعثت سے پہلے ہوا یا بعد میں ہوا۔

(۱۸۱)۔۔۔۔ جہاں بھی اس رسالہ میں قبوں کا ذکر ہے یہ پہلے کی بات ہے اور مخدوم صاحب نے اپنے دور میں یہ قبے دیکھے تھے، اب تو نجدی حکومت نے ان سب کو شہید کر دیا ہے۔

اکثر علماء بعثت کے بعد کے قائل ہیں۔ حضرت رقیہ نہایت حسن اور جمال والی تھیں، اس طرح حضرت عثمان بھی بڑے حسین اور جمیل تھے، اس لئے لوگ اس زمانہ میں کہتے تھے کہ حُسن وجمال اور کمال میں ایسا جوڑا نہیں دیکھا گیا۔

حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ دو ہجرتیں کیں، ایک مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی طرف، اس لئے حضرت عثمان کو صاحب الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والا کہتے ہیں۔ حضرت عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ خدا کی راہ میں ہجرت کی، اور حضرت رقیہ کے بطن اقدس سے حضرت عثمان کا ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام عبد اللہ تھا۔ اور اسی سبب سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ عبد اللہ اپنی صغر سنی میں ہجرت کے چوتھے سال میں اپنی والدہ سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد وفات پاگئے۔

ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگا مارا جس کی وجہ سے ان کی وفات ہوگئی۔ عبد اللہ کی عمر چھ سال تھی۔ سیدہ رقیہ کا حضرت عثمان سے کوئی دوسرا بیٹا یا بیٹی نہیں تھی، مگر ایک سقط جو کہ حضرت عبد اللہ کی ولادت سے پہلے ساقط ہوگیا تھا۔

سیدہ رقیہ نے ماہ رمضان ہجرت کے دوسرے سال میں اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر میں تھے اور ان ایام میں سیدہ رقیہ ایک مرض حصبہ (جدری کی ایک قسم ہے) میں مبتلا تھیں۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان کو مدینہ منورہ میں چھوڑا اور اپنے ساتھ جنگ بدر میں نہیں لے گئے، تاکہ وہ سیدہ رقیہ کی ان کے مرض میں دیکھ بھال کریں اور حضرت عثمان سے فرمایا کہ تم مدینہ میں رقیہ کی دیکھ بھال کے لئے رہو اور تمہارے لئے وہی ثواب ہے جو بدر میں حاضرین کا ثواب ہے اور مال غنیمت میں ان جیسا حصہ تمہیں بھی ملے گا اور رقیہ کو بھی۔ رضی اللہ تعالی تعالیٰ عنہم اجمعین

''فتح الباری'' میں ہے کہ زید بن حارث دفن کے وقت مقام بدر سے آئے اور ان مسلمانوں کو جو کہ دفن میں حاضر تھے یہ خبر دی کہ مؤمنوں کو بدر میں فتح حاصل ہوئی اور بہت سے کفار قتل ہوگئے ہیں۔

احوال سیدہ اُمّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا

اُمّ کلثوم میں کاف پر پیش ہے اور لام ساکن ہے۔اس کنیت کے سوا آپ کا دوسرا نام معلوم نہیں ہے، کہتے ہیں کہ ان کا نام کنیت ہی ہے، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اوائل بعثت میں اسلام لے آئیں، اور جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو ہجرت کے سال اول میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زید بن حارث اور ابورافع کو جو کہ دونوں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام تھے، پانچ سو درہم، اور اونٹ دے کر مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا، تاکہ سیدہ فاطمہ، سیّدہ اُمِّ کلثوم، اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ، اسامہ بن زید اور ان کی ماں ایمن رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو تیار کرکے مدینہ لے آئیں۔ پس وہ آپ کے حکم کے مطابق مکہ گئے اور ان سب کو تیار کرکے مدینہ لے آئے۔جب ہجرت کے دوسرے سال میں سیّدہ رقیہ نے حضرت عثمان کے ہاں وفات پائی، جیسا کہ پہلے سیّدہ رقیہ کے بیان میں گزر چکا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اپنی بیٹی اُمِّ کلثوم کا عثمان کے ساتھ نکاح کرائیں، اس لئے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُمِّ کلثوم کا آسمانی وحی کے سبب ہجرت کے تیسرے سال ماہ ربیع الاول میں حضرت عثمان سے نکاح کیا، اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عثمان کی شان میں فرمایا کہ بے شک حق سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے اُمِّ کلثوم کو عثمان کے نکاح میں دینے کا حکم کیا ہے اور اگر میری سو بیٹیاں بھی ہوتیں، اور ان میں سے ایک وفات پا جاتی تو دوسری بیٹی کا ان سے نکاح کرادیتا، اس حدیث کو اس طرح حافظ محبّ الدین طبری نے ''ریاض النضرہ'' میں ذکر کیا ہے اور علامہ قسطلانی نے ''مواھب لدنیہ'' میں اور دوسرے مُحدّثین نے بھی ذکر کیا ہے اس حدیث میں حضرت عثمان کے کمال فضل اور آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس مقبولیت کا بیان ہے۔

سیّدہ اُمِّ کلثوم سے حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی کوئی اولاد نہ تھی، علامہ زرقانی نے ''شرح مواھب'' میں اسی کی تصریح کی ہے اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا حضرت عثمان کے ہاں چھ سال اور چھ

ماہ رہیں، اور ہجرت کے نویں سال ماہ شعبان میں وفات پائی۔ حضرت اسما بنت عمیس نے ان کو غسل دیا۔ غسل میں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب اور اُمِّ عطیہ بھی حاضر ہوئیں ۔ اُمِّ عطیہ عورتوں کی میت کی غاسلہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا کہ وتر یعنی تین بار یا پانچ بار یا سات بار یا اس سے زیادہ اگر زیادہ کی ضرورت ہو غسل دیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان کو پانی اور بیری کے درخت کے پتوں سے غسل دیں اور آخری مرتبہ میں کافور ڈالیں اور فرمایا کہ جب غسل سے فارغ ہو جائیں تو مجھے خبر کریں۔ اُمِّ عطیہ نے کہا کہ جب ہم ان کے غسل سے فارغ ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ کو خبر کی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی استعمال کی چادر مبارک عطا فرمائی اور فرمایا کہ میری اس چادر کو عام کپڑوں کے اندر رکھیں یہ آپ نے تبرک کے لئے فرمایا۔ سیدہ اُمِّ کلثوم کو مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کی طرف اٹھایا گیا اور آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی تدفین کے لئے حضرت علی بن ابی طالب، فضل بن عباس، اسامہ بن زید اور ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہم قبر میں داخل ہوئے، رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے پر اس حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی چشمان مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے، ان کی قبر حضرت زینب اور رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مقبرہ کے پاس ہے، یہ جگہ مقبرۂ بنات مکرمات کے نام سے مشہور ہے۔ (یعنی دختران گرامی کا مقبرہ)

والحمد للہ تعالیٰ علی الختام والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام وعلیٰ آلہ العظام وصحبہ الکرام

دختران امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ

(۱) فاطمہ یہ امام محمد باقر کی والدہ ہیں۔ (۲) اُمِّ الحسن۔ (۳) اُمِّ الخیر۔ (۴) اُمِّ سلمہ۔ (۵) اُمِّ عبد اللہ۔ (۶) سکینہ۔ (۷) زینب۔ (۸) ان کا نام معلوم نہیں ہے۔

علامہ ”ابن سعد“ نے طبقات میں کہا ہے کہ امام حسن کی اولاد محمد اصغر، جعفر، حمزہ اور فاطمہ کی والدہ ام کلثوم بنت فضل بن عباس ہے۔

اور محمد اکبر، حسن مثنٰی، اور دو بیٹیاں جو کہ صِغر سنی میں فوت ہو گئی تھیں، ان چاروں کی والدہ خولہ بنت قیس بن جعفر ہیں جن کا لقب حنیفہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔

زید، اُمّ الحسن، اُمّ الخیر کی والدہ بشیر بنت ابی مسعود انصاری ہے۔

اسماعیل، یعقوب اور دو بیٹیاں جو کہ خورد سالگی میں فوت ہوئی تھیں ان کی والدہ جعدہ بنت اشعث بن قیس بن معد یکرب ہے، جو کہ قبیلہ بنو کندہ سے ہیں۔

قاسم، ابو بکر اور عبد اللہ کی والدہ اُمّ ولد تھیں، جن کا نام قیلہ تھا۔

حسین اشرم، عبد الرحمٰن اور اُمّ سلمہ کی والدہ اُمّ ولد ہے۔ جن کا نام خطمیا تھا۔

عَمرو کی والدہ بھی اُمّ ولد ہے، جن کا نام صافیہ تھا۔

طلحہ کی والدہ اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان تیمی ہے، یہ طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

عبد اللہ اصغر کی والدہ زینب بنت سبیع بن عبد اللہ ہے اور ابن سبیع حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی کے بھائی ہیں۔ ابن سعد کی تحقیق پوری ہوئی۔[۱۸۲]

امام حسن کی بقیہ اولاد کی ماؤں کے نام یقین سے معلوم نہیں ہو سکے۔

علامہ ابن کثیر نے کتاب "البدایہ والنہایہ" میں کہا ہے کہ امام حسن کی اولاد میں سے تین افراد امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے: قاسم، ابو بکر اور عبد اللہ (انتہیٰ)۔[۱۸۳]

شامی نے اپنی ''سیرت'' میں کہا کہ طلحہ بھی اسی واقعہ میں شہید ہوئے، (انتہیٰ)۔[۱۸۴]

امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر

آپ کی ولادت ہجرت کے چوتھے سال، شعبان المعظم میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ چھ ماہ سیدہ فاطمہ زہرا کے شکم میں رہے، لیکن حق یہ ہے کہ چھ ماہ شکم میں رہنے والی روایت ضعیف ہے

(۱۸۲)...۔الطبقات الکبری، متمم الصحابہ، الطبقۃ الخامسۃ، ۱/ ۲۲۶

(۱۸۳)...۔البدایۃ والنہایۃ، ۸/ ۱۸۹

(۱۸۴)...۔سُبُل الهدی والرشاد، ۱۱/ ۷۰

کیونکہ امام حسن کی ولادت تیسرے سال ہجری ماہ رمضان میں ہوئی اور امام حسین کی پیدائش ماہ شعبان سال چہارم ہجری میں ہوئی۔ اس خیال سے امام حسین کی شکم مادر میں رہنے کی مدت نوماہ ہوتی ہے چھ ماہ نہیں ہوتی اور یہ کسی پر مخفی نہیں ہے کہ امام حسن اور امام حسین کی ولادت کی درمیانی مدت دس ماہ اور بیس دن ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

امام حسین کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ آپ شہید مقتول اور مظلوم تھے اور زوال آفتاب کے بعد بروز جمعہ تاریخ دس محرم ۶۱ ہجری میں دشتِ کربلا میں آپ کی شہادت ہوئی۔

آپ کے لشکر میں سے ۷۲ دوسرے افراد بھی آپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

ان میں سے ۲۳ افراد اولاد علی، جعفر اور عقیل سے تھے اور باقی دوسرے تھے۔

امام حسین اور دوسرے شہداء کو ان کی شہادت کے دوسرے روز یعنی گیارہ تاریخ ماہ محرم میں قبیلہ بنی اسد کے اہلِ غاضریہ نے دفن کیا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل صحیح قول پر سنان بن انس بن عمرو نخعی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر بن ذی الجوشن قاتل تھا۔ قبحہم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

امام حسین کی عمر شریف کی مدت ۵۶ سال پانچ ماہ اور پانچ دن تھی، امام حسن کی شہادت اور امام حسین کی شہادت کے درمیان کا فاصلہ گیارہ سال دس ماہ اور چھ دن ہے۔

امام حسین کا روضہ مبارکہ کربلا میں ہے جو کہ خاص و عام میں مشہور ہے۔ باقی آپ کے سر مبارک کے دفن میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کے سر مبارک کو یزید کے سامنے دمشق میں لے گئے، تو اس نے مدینہ منورہ میں اپنے نائب عمر بن سعید کی طرف اس لئے روانہ کیا کہ اس کو مدینہ میں دفن کرے اور اس نے سر مبارک کو مدینہ کے قبرستان بقیع میں حضرت عباس اور حضرت امام حسن کے مقبرے میں دفن کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے سر مبارک کو دمشق میں اس جگہ دفن کیا جو دمشق کے دروازوں میں سے باب الفرادیس کے اندر واقع ہے جہاں مسجد ہے اور اس کا نام مسجد الرأس ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب

اولاد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں بیٹے یہ ہیں:
(۱) علی اکبر، کربلا میں اپنے والد کے ساتھ شہید ہوئے، (۲) علی اصغر جو کہ زین العابدین کے لقب سے معروف ہیں۔ (۳) جعفر، (۴) عبد اللہ، (۵) محمد۔ رضی اللہ عنہم

علامہ محبّ الدین طبری نے کتاب "ذخائر العقبٰی" میں کہا ہے کہ زین العابدین علی اَوسط کا لقب ہے اور علی اصغر دوسرے ہیں اس لحاظ سے امام حسین کے چھ بیٹے ہو جاتے ہیں لیکن یہ قول قوی نہیں ہے اور علماء کی اکثریت پہلے قول کی طرف گئی ہے اس طرح صاحب "سیرت شامیہ" نے اپنی کتاب "سیرت" میں کہا ہے۔

امام حسین کی نسل صرف امام زین العابدین سے باقی رہی اور دوسرے پسران گرامی سے کوئی نسل باقی نہیں ہے۔

آپ کی بیٹیاں یہ ہیں:
(۱) فاطمہ، حسن مثنٰی بن حسن مجتبٰی بن حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہم کے نکاح میں آئیں اور ان سے حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے۔ (۲) سکینہ، (۳) زینب

علامہ ابن سعد نے طبقات میں کہا ہے کہ امام حسین کے صاحبزادے علی اکبر کی والدہ آمنہ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہے اور علی اصغر کی والدہ باندی (اُمّ ولد) تھیں اور جعفر کی والدہ کا نام سلافہ ہے اور فاطمہ کی والدہ کا نام اُمّ اسحاق بنت طلحہ بن عبد اللہ بن عثمان تمیمی ہے، یہ طلحہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں (جن کو بہشت کی بشارت ملی تھی) عبد اللہ اور سکینہ کی والدہ رباب بنت امرء القیس بن عدی ہے۔ ابن سعد کا کلام پورا ہوا۔[۱۸۵]

حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ زین العابدین کی والدہ اُمّ ولد ہے، ان کا نام سلامہ بنت یزدجرد ہے اور یزدجرد ایرانی بادشاہوں کا آخری بادشاہ

(۱۸۵)...۔الطبقاتُ الکبریٰ، متمم الصحابہ، الطبقة الخامسة، الحسین بن علی، ۱/ ۳۷۰

ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام غزالہ تھا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین، کی والدہ سلامہ سندھی عورت تھیں، یعنی ملک سندھ سے آئی تھیں۔ ابن کثیر کا کلام پورا ہوا۔ (۱۸۶)

''فتاوٰی صوفیہ'' میں کہا ہے کہ زین العابدین کی والدہ کے دو نام تھے ان کو سلامہ بھی کہتے تھے، اور غزالہ بھی کہتے تھے انتہٰی۔

ابن سعد نے ''طبقات'' میں کہا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے امام حسین کے ساتھ کربلا کے واقعہ میں دو بیٹے شہید ہوئے علی اکبر اور عبد اللہ۔ جبکہ علی اصغر زندہ رہے۔ امام حسین کی تمامی نسل ان ہی سے باقی ہے۔ علامہ نسابہ سید محمد بن حسین نے "تحفۃ الطالب" میں کہا ہے کہ علی اصغر ملقب بہ 'زین العابدین' اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے بعد ۲۴ سال زندہ رہے اور کربلا کے واقعہ کے وقت ان کی عمر ۳۳ سال تھی اس لحاظ سے ان کی تمامی عمر ۵۷ سال ہوگی۔ انتہٰی۔ (۱۸۷)

تَمّتْ بِعَوْنِ الرَّبِّ الرَّحِیم

---

(۱۸۶)۔۔۔۔ابن کثیر سے پہلے مؤرخ ابن قتیبہ نے بھی اس روایت کو لکھا ہے۔ البدایہ والنہایہ، ۹/ ۱۰۴

(۱۸۷)۔۔۔۔ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں احسن انداز میں تفصیل ذکر کی ہے۔

ماخذومراجع

القرآن الكريم

کتب تفسیر

١.	تفسير خازن: لباب التأويل في معاني التنزيل المؤلف: علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي أبو الحسن، المعروف بالخازن (المتوفى: ٧٤١هـ)
٢.	تفسير كشاف: الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل المؤلف: أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، الزمخشري جار الله (المتوفى: ٥٣٨هـ)
٣.	تفسير ثعالبى: الجواهر الحسان في تفسير القرآن المؤلف: أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبى (المتوفى: ٨٧٥هـ)
۴.	تفسير السمعانى: تفسير القرآن المؤلف: أبو المظفر، منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزى السمعاني التميمي الحنفى ثم الشافعي (المتوفى: ٤٨٩هـ)
۵.	تفسير الدرالمنثور: المؤلف:عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطى (المتوفى: ٩١١هـ)
٦.	تفسير بيضاوى: أنوار التنزيل وأسرار التأويل المؤلف: ناصر الدين أبو سعيد عبد الله بن عمر بن محمد الشيرازي البيضاوي (المتوفى: ٦٨٥هـ)
۷.	تفسير القرطبى: الجامع لأحكام القرآن المؤلف: أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبى (المتوفى: ٦٧١هـ)

کتب حدیث وشرح حدیث

١.	سنن ابى داؤد المؤلف: أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو

	الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: ٢٧٥هـ)
٢.	المعجم الاوسط المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)
٣.	الفردوس بماثور الخطاب المؤلف: شيرويه بن شهردار بن شيرو يه بن فناخسرو، أبو شجاع الديلميّ الهمذاني (المتوفى: ٥٠٩هـ)
٤.	اتحاف الخيرة المهرة: إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة المؤلف: أبو العباس شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن إسماعيل بن سليم بن قايماز بن عثمان البوصيري الكناني الشافعي (المتوفى: ٨٤٠هـ)
٥.	ترتيب الأمالي الخميسية للشجري مؤلف الأمالي: يحيى (المرشد بالله) بن الحسين (الموفق) بن إسماعيل بن زيد الحسني الشجري الجرجاني (المتوفى ٤٩٩ هـ) رتبها: القاضي محيي الدين محمد بن أحمد القرشي العبشمي (المتوفى: ٦١٠هـ)
٦.	الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان المؤلف: محمد بن حبان بن أحمد بن حبان بن معاذ بن مَعْبدَ، التميمي، أبو حاتم، الدارمي، البُستي (المتوفى: ٣٥٤هـ) ترتيب: الأمير علاء الدين علي بن بلبان الفارسي (المتوفى: ٧٣٩ هـ)
٧.	الدعا للطبرانى المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)
٨.	كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال المؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين ابن قاضي خان القادري الشاذلي الهندي البرهانفوري ثم المدني فالمكي الشهير بالمتقي الهندي (المتوفى: ٩٧٥هـ)
٩.	صحيح مسلم: المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله ﷺ المؤلف: مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: ٢٦١هـ)

۱۰.	مسند ابی یعلی الموصلی المؤلف: أبو يعلى أحمد بن علي بن المُثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي (المتوفى: ۳۰۷هـ)
۱۱.	من حديث خيثمة بن سليمان القرشي الأطرابلسي المؤلف: أبو الحسن خيثمة بن سليمان بن حيدرة بن سليمان القرشي الشامي الأطرابلسي (المتوفى: ۳۴۳هـ)
۱۲.	الكامل لابن عدی: الكامل في ضعفاء الرجال المؤلف: أبو أحمد بن عدي الجرجاني (المتوفى: ۳۶۵هـ)
۱۳.	فتح الباري شرح صحيح البخاري المؤلف: أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني الشافعی (المتوفى: ۸۵۲هـ)
۱۴.	مصنف عبدالرزاق المؤلف: أبو بكر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري اليماني الصنعاني (المتوفى: ۲۱۱هـ)
۱۵.	فيض القدير شرح الجامع الصغير المؤلف: زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: ۱۰۳۱هـ)
۱۶.	كتاب الفوائد (الغيلانيات) المؤلف: أبو بكر محمد بن عبد الله بن إبراهيم بن عبدوَيْه البغدادي الشافعي البزَّاز (المتوفى: ۳۵۴هـ)
۱۷.	مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار المؤلف: أبو بكر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكي المعروف بالبزار (المتوفى: ۲۹۲هـ)
۱۸.	الشريعة للآجری المؤلف: أبو بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادي (المتوفى: ۳۶۰هـ)
۱۹.	صحیح البخاری تأليف: الحافظ النقاد شيخ الإسلام جبل الحفظ وإمام الدنيا أبي عبد الله اسماعيل

	بن ابراهيم الجعفي البخاري المتوفي سنة ٢٥٦ هجرية – ٨٦٩ ميلادية
۲۰	المعجم الكبير المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)
۲۱.	المعجم الصغير المؤلف: سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني (المتوفى: ٣٦٠هـ)
۲۲	سنن الترمذى: الجامع الكبير – سنن الترمذي المؤلف: محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: ٢٧٩هـ)
۲۳	سنن ابن ماجه المؤلف: ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، وماجة اسم أبيه يزيد (المتوفى: ٢٧٣هـ)
۲۴	المستدرک علی الصحيحين المؤلف: أبو عبد الله الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري المعروف بابن البيع (المتوفى: ٤٠٥هـ)
۲۵	مسند احمد المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)

کتب سیرومناقب وتاریخ

۱.	تاريخ بغداد المؤلف:أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي (المتوفى: ٤٦٣هـ)
۲.	شرف المصطفیٰ المؤلف:ابوسعید عبدالملک بن ابوعثمان محمد بن ابراهیم الخرکوشی النیشا بوری (المتوفی406ھ)

٣.	التاريخ الكبير للبخارى تأليف: الحافظ النقاد شيخ الإسلام جبل الحفظ وإمام الدنيا أبي عبد الله اسماعيل بن ابراهيم الجعفي البخاري المتوفي سنة ٢٥٦ هجرية – ٨٦٩ ميلادية
٤.	الرياض النضرة في مناقب العشرة المؤلف: أبو العباس، أحمد بن عبد الله بن محمد، محب الدين الطبري (المتوفى: ٦٩٤هـ)
٥.	الاستيعاب فى معرفة الاصحاب المؤلف: أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر بن عاصم النمري القرطبى (المتوفى: ٤٦٣هـ)
٦.	منتهى السؤول على وسائل الوصول المؤلف: عبد الله بن سعيد بن محمد عبادي اللّحجي الحضرميّ الشحاري، ثم المراوعي، ثم المكي (المتوفى: ١٤١٠هـ)
٧.	المواهب اللدنية بالمنح المحمدية المؤلف: أحمد بن محمد بن أبى بكر بن عبد الملك القسطلاني القتيبى المصري، أبو العباس، شهاب الدين (المتوفى: ٩٢٣هـ)
٨.	المنتظم في تاريخ الأمم والملوك المؤلف: جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: ٥٩٧هـ)
٩.	مناقب امام الاعظم للكردرى
١٠.	شرح الزرقانى على المواهب أبو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن أحمد بن شهاب الدين بن محمد الزرقاني المالكى (المتوفى: ١١٢٢هـ)
١١.	ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى المؤلف: محب الدين أحمد بن عبد الله الطبري (المتوفى: ٦٩٤هـ)
١٢.	فضائل الصحابه المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى: ٢٤١هـ)
١٣.	سيرة ابن اسحاق المؤلف: محمد بن إسحاق بن يسار المطلبي بالولاء، المدني (المتوفى: ١٥١هـ)
١٤.	سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد المؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى: ٩٤٢هـ)
١٥.	تاريخ ابن عساكر: تاريخ مدينة دمشق المؤلف: أبو القاسم علي بن الحسن بن

	هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى: ٥٧١هـ)
١٦.	الطبقات الكبرى المؤلف: أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: ٢٣٠هـ)
١٧.	البدايه والنهايه المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى: ٧٧٤هـ)
١٨.	علل دار قطنى: العلل الواردة في الأحاديث النبوية. المؤلف: أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى: ٣٨٥هـ)

محترم المقام جناب......................... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے آئندہ سال ۲۰۲۱ء کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت ممبر شپ حاصل کرنے کی فیس ۱۰۰/-روپے سالانہ ہی کو بر قرار رکھا گیا ہے۔
اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں منی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تا کہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنالیا جائے۔ صرف اور صرف منی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول ہو گی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجنے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دستی طور پر دفتر میں آکر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام ۵ بجے سے رات ۱۲ بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دسمبر تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری ۱۲ کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد موصول ہونے والے ممبر شپ فارمز پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم جنوری میں موصول ہوا تو اسے ۱۱ کتابیں اور اگر کسی کا فروری میں موصول ہوا تو اسے ۱۰ کتابیں ارسال کی جائیں گی۔
نوٹ: اپنا نام، پتہ، موجودہ ممبر شپ نمبر (منی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تا کہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھنا ضروری نہیں بلکہ منی آرڈر پر اپنا موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے منی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ منی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور تحریر کریں۔ تمام حضرات دسمبر تک اپنا فارم جمع کرا دیں۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے: فقط
جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان علاّمہ مہربان قادری (معاون محمد سعید رضا)
نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی۔74000 شعبہ نشر واشاعت 021-32439799
0314-2021215

نام.............................. ولدیت..............................
مکمل پتہ..
.... قریبی مشہور جگہ..............................
موبائل نمبر / فون نمبر.............................. سابقہ سیریل نمبر..............................
نوٹ: ایک سے زائد افراد ایک ہی منی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نہ ملنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جا سکتی ہے۔ برائے کرم اپنا موبائل نمبر ضرور تحریر کریں تا کہ رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

کی ایک دلکش کاوش

شانِ الوہیت و تقدیسِ رسالت کا امین

کوثر و تسنیم سے دھلے الفاظ، مشک و عنبر سے مہکا آہنگ

عشق و ادب کی حلاوتوں کا ماخذ

ترجمہ قرآن

کنز الایمان

از

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اب پشتو زبان میں دستیاب ہے